جلد 28 شمارہ 4 ماہ اپریل 2026ء شوال/ذیقعد 1447ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً

صداقت

اللہ

محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ

بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان

حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی

خالد محمود بخاری

ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فہد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

info@tauheediyah.com :ای میل **Ph: 055-3411030**

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/50 روپے

سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ۔ لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ۔ (سورۃ النحل 16: آیات 22-23)

تمہارا معبود، معبود یکتا ہے۔ پس جو لوگ ایمان نہیں رکھتے آخرت پر ان کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور ہیں۔ یقینی بات ہے اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ۔ (سورۃ القصص 28: آیت 76)

یہ ایک واقعہ ہے کہ قارون موسیٰؑ کی قوم کا ایک شخص تھا، پھر وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا۔ اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ ایک دفعہ جب اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا پھول نہ جا، اللہ پھولنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ (سورۃ الحجرات 49: آیت 9)

اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فجر کے وقت پوچھا کہ اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک کام بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔حضرت بلالؓ نے عرض کیا میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی کام نہیں کیا کہ جب میں نے رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہتا جتنی میری تقدیر لکھی گئی تھی۔
(کتاب التہجد، صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی نظر ایک رسی پر پڑی جو دو ستونوں کے درمیان تنی ہوئی تھی۔دریافت فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت زینبؓ نے باندھی ہے۔ جب وہ (نماز میں کھڑی کھڑی) تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹکی رہتی ہیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، یہ رسی نہیں ہونی چاہئے۔ اسے کھول ڈالو۔تم میں ہر شخص کو چاہئے جب تک دل لگے نماز پڑھے، تھک جائے تو بیٹھ جائے۔
(کتاب التہجد، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ان کی نماز کا آپ ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا۔لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہئے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں، تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔

(کتاب التہجد، صحیح بخاری)

حمد باری تعالیٰ

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھا

گرد کعبہ کے پھرایا میں تو اس قابل نہ تھا
اور اپنا دیوانہ بنایا میں تو اس قابل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے
یوں نہیں در در پھرایا میں تو اس قابل نہ تھا

مدتوں سے میں تیری یاد سے غافل رہا
پھر بھی تو نے نہ بھلایا میں تو اس قابل نہ تھا

عمر بھر کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
جام زم زم کا پلایا میں تو اس قابل نہ تھا

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبد خضرا کا سایہ میں تو اس قابل نہ تھا

بارگاہ سید کونین ﷺ آ کر اے نفیس
سوچتا ہوں کیسے آیا میں تو اس قابل نہ تھا

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ گرم موسم کی بات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

ایک دفعہ باباجی ڈار صاحبؒ کے پاس بیٹھے تھے، لائٹ نہیں تھی، آپ کا پسینہ بہہ رہا تھا میں نے ہاتھ کا پنکھا ہوا دینے کے لئے اٹھایا تو انہوں نے میرے ہاتھ سے آرام سے لے کر ایک طرف رکھ دیا۔ کہنے لگے: یہ ٹھیک ہے جیسا ہو رہا ہے ایسا ٹھیک ہے۔ راضی برضا تھے۔

یہ اپنے اپنے احساس کی بات ہے، لوگ اب بھی اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے تاش کھیل رہے ہوتے ہیں، انہیں گرمی کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔ یہ سب ہمارے اپنے احساس کی بات ہے۔ ہم جتنا زیادہ کوئی چیز محسوس کرتے ہیں، اتنی زیادہ لگتی ہے۔ اگر ہم گرمی محسوس کریں تو گرمی لگتی ہے، اگر ہم سردی محسوس کریں تو سردی لگتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو ضرورت کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ خصوصیت دی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکے۔

آپ لوگ ٹھیک ہو جاؤ بس۔ جو اللہ اللہ کرتے ہیں وہ آدھے تو پہلے ہی ٹھیک ہوتے ہیں باقی آدھے سے زیادہ وہ اللہ اللہ کرتے ہیں تو ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ انہیں پھر کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اللہ اللہ کرو اور ٹھیک ہو جاؤ بس۔ اللہ ٹھیک کرتا ہے۔ سبحان اللہ۔

☆ قرآن پاک میں آسمان کے دروازوں کی بات آئی ہے۔اس پر بات ہوئی تو فرمایا:

آسمان کی اتنی کھلی جگہ ہے۔اللہ میاں کا یہ حکم ہی ہے، وہ جس جگہ کو بند کرنا چاہے بند کر لیتا ہے۔جب حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو اس وقت قرآن کے نزول کے وقت خاص طور سے پابندی لگ گئی کہ آپ ایک خاص حد سے آگے نہیں جا سکتے۔پہلے جاتے تھے اور یہ جو نجومی اور ایسے لوگ ہیں پہلے وہیں سے کچھ باتیں اخذ کر کے لاتے تھے لیکن جب قرآن کا نزول شروع ہوا اور وہ لپیٹا لپیٹا یا فرشتوں کے پاس سے محفوظ طریقے سے آنے لگا تو جنات اور شیطان سب حیران رہ گئے کہ یہ وہاں ہو کیا رہا ہے جیسا کہ سورۃ جن کی شروع کی پانچ چار آیات میں ہے کہ ایک جن کہہ رہا ہے کہ پتا نہیں یہ کیا ہے کہ اتنی سخت حفاظت ہو رہی ہے۔ہر جگہ رستوں پر گارڈ کھڑے ہیں۔ہم نے کہا کہ یا تو اللہ میاں انسانوں کے لئے کوئی بہتری کر رہا ہے یا ان کی تباہی ہے۔اللہ خیر کرے۔بس ہم یہ سوچ وچار کرتے رہے اور ہم پر یہ عقدہ کھلا کہ یہ ایسا عجیب وغریب کلام اترتے وقت نیچے انسانوں تک پہنچتے وقت یہ ساری حفاظت کی جا رہی ہے۔پہلے ہم چھپ چھپا کر کہیں سن گن لے لیتے تھے لیکن اب یہ ہمارے لئے ممکن نہیں رہا۔یہ سب حضور اقدس ﷺ کی آمد کے بعد ہی مسئلہ ذرا Tight ہوا ہے۔پہلے یہ جادوگر بھی بہت تھے، ان سے جادو سیکھنے والے بھی بہت تھے اور اوٹ پٹانگ باتیں سیکھنے والے بھی بہت تھے لیکن اس کے بعد یہ سب کچھ بند کر دیا۔

بچو! دروازے تو ہر چیز کے ہوتے ہیں۔یہ آسمان بھی ایک جہان ہے، جہان کے دروازے ہونا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔اس کے لئے کوئی ٹیکنیکل لفظ مجھے تو نہیں آ رہا جس سے میں بتا سکوں۔اللہ میاں نے دروازہ کہا ہے تو میں دروازہ ہی کہہ سکتا ہوں۔آنے جانے کے لئے کسی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے جسے ہم دروازہ ہی کہتے ہیں۔جو فرشتے اوپر جاتے ہیں

یا نیچے آتے ہیں تو یہ ان دروازوں سے ہی آتے جاتے ہیں۔ اگر آپ کو اس میں کوئی نقطہ ملا ہو تو مجھے بتا دیں۔

☆ بات ہوئی کہ ذکرِ نفی اثبات کا اگر رات کی نمازوں کے بعد کرنے کا وقت نہیں مل رہا تو کیا یہ دن میں بھی کر سکتے ہیں۔ اس پر فرمایا:

یہ ذکر اگر نہیں کر سکے تو دن میں ہی کر لیا جائے۔ دس پندرہ منٹ کی تو بات ہوتی ہے وہ آدمی کسی وقت بھی نکال لیتا ہے۔ اگر کبھی ناغہ ہو جائے تو یہ کر لینا چاہئے کہ میرا اگر ناغہ ہو گیا ہے تو یہ میں نے پورا کرنا ہے۔ کہتے ہیں کہ مومن کی خصوصیت ہندو مہاجن کی سی ہوتی ہے۔ وہ جب رات کو سوتا ہے تو سارے دن کا حساب کتاب سوچتا رہتا ہے کہ آج میں نے کیا کمایا اور کیا کھایا، اور کیا بچایا۔ جو مومن ہوتا ہے وہ بھی خاص طور سے دیکھتا ہے کہ میں نے آج کا دن خدانخواستہ اللہ کے احکام کی کون سی خلاف ورزی کی، کون سی میں نے اس کی پابندی کی، میں نے کتنے اچھے کام کیے، کتنے میں نے برے کیے۔ وہ دن بدن اپنے اس حساب کتاب میں اچھائیوں کا پلڑا بھاری کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور یوں آہستہ آہستہ وہ صاف ہو جاتا ہے اور نیک ہو جاتا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اپنا حساب کتاب کیا کرو۔ یہی خود محاسبہ کہلاتا ہے، اپنا محاسبہ خود کیا کرو، کسی سے کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ میرا کیا ہے، کیسا چل رہا ہے، خود دیکھ لو اپنے آپ کو کہ آپ کیا کرتے ہیں۔

☆ ایک بھائی کی شادی پر مٹھائی کی بات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

مٹھائی ایسی چیز ہے جو مدتوں یاد رہتی ہے کہ اس کی شادی ہوئی تھی تو اس نے مٹھائی کھلائی تھی۔

☆ ایک بھائی سے ان کے ذکر کے حالات پوچھے اس پر بات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

یہ کیا بات ہوئی کہ کبھی میں ذکر کر لیتا ہوں، کبھی نہیں کرتا، کبھی میں حلقہ ذکر میں چلا جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ یہ کیا بات ہے؟ اس میں تو ناغے کا تصور بھی نہیں ہے محترم۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت دے، آپ کو حوصلہ دے۔ ضرور حاضری لگانی چاہیے۔ باباجیؒ کا یہ یاد رکھیں وہ کہتے تھے کہ سلوک کا معاملہ ایسا ہے جیسا کوئٹہ ٹرین جا رہی ہے وہاں ایک خاص جگہ ہے جہاں ٹرین کو دو انجن لگ جاتے ہیں۔ ایک آگے اور ایک پیچھے۔ ان میں اگر ایک انجن نہ ہو تو ٹرین پیچھے واپس آنا شروع ہو جاتی ہے، پھر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ یہ ایک دن کا ناغہ جو ہے یہ Reverse gear لگا دیتا ہے پھر وہاں رکتا نہیں ہے کہ میں یہاں رک جاؤں کیونکہ Power تو Off ہوتی ہے۔ رکتا نہیں ہے۔ وہ پھر واپس آنا شروع ہو جاتا ہے۔ واپسی بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ ایسا مت کیا کریں کہ آج میں نے چھٹی کرنی ہے تو چھٹی کر لیتا ہوں۔ یہ ہمیں ڈار صاحبؒ سکھایا کرتے تھے کہ کوئٹہ والی ٹرین کو یاد رکھیں۔ وہ جب مڑتی ہے تو پھر رکتی نہیں ہے۔ پیچھے آتی رہتی ہے۔

ذکر ضروری ہے۔ بچو! ہمارے پاس کچھ اور ہے ہی نہیں، یہ یاد رکھیں۔ یہ ہے تو ہم یہاں پر ہیں، ذکر نہیں ہے تو ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس بھی کچھ نہیں، ہم خود بھی کچھ نہیں۔ ذکر کے ساتھ ہی سارا کچھ ہے۔ سارے موج میلے ذکر کے ساتھ ہیں۔ اس میں اگر کچھ کمی بیشی ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کوئی پانچ دس منٹ اوپر نیچے کر لیں تو کوئی بات نہیں لیکن حاضری لگانی ضروری ہے۔ حاضری Must ہے، کہیں بھی ہو یہ ضروری ہے۔

ہمارے ہاں پہلے یہ دستور تھا جو سننے میں آیا کہ خادم حلقہ کہتا کہ آج ہم نے چھٹی کر لی ہے۔ میں اس کے حق میں کبھی نہیں رہا۔ میں نے کہا کہ یہ چھٹی آپ کو کس نے دی ہے؟

حلقے سے چھٹی مل گئی ہے یہ زندگی میں پہلی دفعہ یہاں میں سن رہا ہوں۔ جب میں خادم حلقہ تھا تو نہ میں نے خود کبھی چھٹی کرائی اور نہ کسی اور سے سنی۔ آپ نے یہ چھٹیاں کرنا کیسے شروع کر دی ہیں؟ اس کے بعد وہ Fit ہو گئے اور یہ چھٹیاں سب ختم ہو گئیں، اب کوئی چھٹی نہیں کرتا حلقے کی کیا چھٹی بھئی؟ اللہ اللہ کرنے سے چھٹی کرتے ہو، ایک وقت کھانے کی چھٹی کرلو تا کہ تمہیں پتا لگے کہ حلقے کی چھٹی کیسی ہوتی ہے۔

☆ کسی بھائی کی بات چلی کہ اس نے ذکر کرنے کی بات پر کہا ہے کہ اللہ مجھ پر رحم کرے۔ اس پر فرمایا:

اللہ بہت رحیم ہے۔ وہ رحم کرتا ہے۔ لیکن بعض دفعہ یہ رحم بڑا مشکل پڑتا ہے۔ اسے کہو کہ اللہ اللہ کیا کرو۔ وقت نکالو۔ جہاں کہیں بھی تم ہو، وقت نکالو۔ اگر کہیں تم تاش کھیلنے میں بھی مشغول ہو تو اس میں بھی وقت نکالو، کچھ اور کرنے میں مصروف ہو تو اس میں بھی وقت نکالو۔ پانچ دس منٹ حاضری لگوا لیا کرو۔ یہ حاضری لگوانا آپ کو بہت مفید ثابت ہو گا۔ حاضری بھی لگوانی چھوڑ دو گے تو پھر آپ تیسرے درجے میں چلے جائیں گے۔ وہاں کیا ہو سکتا ہے پھر؟

نیت باندھ لو، اور پوری تسلی کرلو کہ میں نے آج پانچ منٹ کے لئے دنیا سے غائب ہونا ہے اور اس میں اللہ اللہ کر لیا کرو بس۔ شروع میں پانچ منٹ نکالو، اتنا ہی بہت ہے۔ اس سے حاضری لگ جاتی ہے۔ بڑی بات ہوتی ہے۔ یہ دن میں جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو ایک وقت کی نماز میں آپ کتنا وقت دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ظہر کی نماز میں آپ پندرہ منٹ لیتے ہیں، باقی اور چھوٹی چھوٹی سی نمازیں ہیں ساری۔ اس وقت نماز کے وقت آپ کی جو حاضری لگ جاتی ہے وہ پورا دن آپ کا سرور سے مست گزرتا ہے، آپ کو بھی یقین ہوتا ہے

کہ میں اللہ سے مل کے آ گیا ہوں۔ یہ بڑی بات ہے۔ اصل بات حاضری ہے۔ باقی یہ جو اوپر نیچے سجدے، رکوع ہیں یہ تو ملنے کا ڈھنگ بتایا ہوا ہے کہ ایسے ملا کرو، ورنہ وہ حاضری لگ جاتی ہے۔ اللہ اکبر یہ جو آپ نے کہہ دیا، یہ جو لبیک کہہ دیا بس اس سے اللہ میاں خوش ہو جاتا ہے کہ یہ میرا عاشق آ گیا۔ اللہ میاں کو یہی چاہئے، اور آپ کے سجدے رکوع کا وہ بالکل محتاج نہیں ہے۔ یہ پرند چرند، نباتات، جمادات سب ہر وقت سجدے میں رہتے ہیں۔ ان چیزوں کی اسے قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو صرف آپ کے اندر دیکھتا ہے کہ کس جذبے کے ساتھ اس نے دوڑ لگائی اور حي علي الصلوٰۃ کے لئے آ کے پہنچ گیا، حي علي الفلاح۔ یہ کہ لبیک میں آ گیا۔ یہاں پہنچ گئے آپ تو پھر مزے کرو۔ اللہ اللہ ہے۔ اسے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے، بس حاضری لگانا مت بھولا کرو۔

☆ سوال کیا گیا کہ جب فیض عام ہوتا ہے تو پھر کیا ہوتا ؟ اس پر فرمایا:

فیض جب عام ہوتا ہے تو پھر بدر ہوتا ہے، پھر احد ہوتا ہے، پھر حنین ہوتا ہے، پھر احزاب ہوتا ہے۔ یہ ساری فیض عام ہونے کی باتیں ہیں۔ اور جب فیض خاص ہوتا ہے تو پھر سرگوشیاں ہوتی ہیں، پھر کونے میں گھسے ہوتے ہیں، کوئی کسی کی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کہاں ہیں اور وہ کہاں ہے۔

یہ فیض عام ہونے کی بات پر باباجیؒ نے کہا تھا کہ آج اگر اقبال ہوتا تو میں انہیں بتاتا کہ وہ ساقی آ گیا ہے۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

تو ہم نے اب یہ میخانے کھول دیئے ہیں سارے۔ اللہ کے فضل سے ان کے دور میں پاکستان ایئر فورس کا کوئی بیس ایسا نہیں تھا جہاں دو تین توحیدی یا چار پانچ توحیدی موجود

نہ ہوں۔وہ سب نعرہ لگاتے تھے،پورا ایبٹ آباد گونجتا تھا۔کوہاٹ سے بنوں،ساتھ پشاور۔یہ آگے پیچھے تین حلقے یہاں تھے آگے پھر پنڈی آتا تھا پھر لاہور۔ہر جگہ توحیدی گرجتے تھے۔ فیض عام تھا۔باباجیؒ نے اسی لئے تو دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے فیض عام کر دیا ہے۔بعد میں ہم نالائقوں کے ہاتھ جب مسئلہ آیا تو پھر وہی نیم مردنی چھا گئی۔بہر حال ہم مایوس نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی ضرور فرمائے گا اور ان شاء اللہ پھر وہی حالات اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔چکر آ جائے گا۔کمی بیشی یہ زندگی میں آتی رہتی ہے۔یہ اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ایک حال میں تو صرف اللہ کی ذات ہی ہے۔کمی بیشی انسان کی خاصیت ہے۔کبھی کمزور ہو جاتا ہے، کبھی طاقتور ہو جاتا ہے، کبھی اس کے ارادے اونچے ہو جاتے ہیں، کبھی نیچے ہو جاتے ہیں۔ یہ انسان کی خصوصیات ہیں۔ورنہ ایک حال میں تو اللہ کی ذات ہی ہے۔وہ ایک حال میں جیسا تھا ویسا ہے، اور ویسا ہی قیامت اور اس کے بعد تک رہے گا۔

ہمیں یہ کوشش بہر حال کرنی چاہئے۔اپنے پیشرووں کے خیالات، ان کے حالات پر نظر رکھنی چاہئے اور جہاں جہاں اپنے حالات میں یا جو جو کمی محسوس کریں اگر آگے بڑھنے کا خیال ہے تو اس کمی کو ہر آدمی اپنے طور سے نکالنے کی کوشش کرے تا کہ ہم آگے بڑھ سکیں۔اور اگر اس طرح میرے اندر ایک خامی ہے، میں اسے لئے بیٹھا رہوں، اسے نکالتا ہی نہیں ہوں تو پھر آہستہ آہستہ دوسری آ جائے گی، تیسری آ جائے گی، میں ان میں ڈوب ہی جاؤں گا۔اس لئے کوئی کمی سامنے آئے، کوئی غلطی ہو اسے فوراً نکالو، اس سے جان چھڑاؤ۔میرے سب بھائی اس میں کوشش کرو۔یہی طریقہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا ہے اور اسی سے ظہور ہوگا۔آپ لوگ اپنے آپ کو چھپائیں نہیں اور نہ ہی اپنے آپ کو کمزور سمجھیں اور نہ ہی اپنے آپ کو ایسا سمجھیں کہ آپ کچھ بھی نہیں ہیں۔اللہ کے فضل سے آپ میں بہت کچھ ہے، اس شرط پر کہ

آپ میں وہ Confidence موجود ہے اور وہ Confidence آپ کا اس عمل سے پیدا ہوگا جس کی میں گزارش کر رہا ہوں کہ اپنی خامیوں اور کمیوں پر نظر رکھیں اور ان کو فوراً دور کرنے کی کوشش کریں۔

باباجیؒ کے دور میں شور بھی تھا اور اثر بھی تھا ایسی بات نہیں ہے۔ آپ وہاں کسی حلقے میں جاتے تو پتا لگتا کہ یہاں توحیدی رہتے ہیں۔ یہاں یہ بات آپ کی صحیح ہے کہ ہم لوگ، ہمارے بھائی اب زمانے کے حالات کو دیکھ کر Reserve ہو گئے ہیں لیکن یہ Reserve ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ایک ہوتی ہے موت، ایک ہوتی ہے زندگی میں سترا ط کی حالت۔ سترا ط کی حالت میں رہیں، مریں نہیں۔ اس سے آگے آگے بڑھتے جائیں، موت اچھی نہیں ہے۔ موت کو سر کرلیں۔ آگے نکلیں۔ آپ کے اندر حوصلہ آئے گا۔ حوصلہ بہت ضروری ہے۔ حوصلہ آئے گا تو ہم آگے بڑھ پائیں گے۔ حوصلہ نہیں آئے گا تو ہم آگے نہیں بڑھ پائیں گے۔ ایسے ہی رہیں گے۔ بھائی اگر آپس میں رابطہ ہی رکھیں اور سب بھائیوں کو آپس میں ایک دوسرے کا پتا ہی ہو کہ بھئی یہ آج کل کیا کر رہے ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں، ان سے بات کر لیتے ہیں۔ ان کی طبعیت کیسی ہے۔ اگر ایک دوسرے سے رابطہ رکھیں تو اسی میں آپ دیکھیں گے کہ حل چل پیدا ہو جائے گی۔ رابطہ بہت ضروری ہے۔ اسی سے پتا رہے گا کہ بھائی کیسے ہیں۔ ایک دوسرے کی خبر رکھتے ہیں۔ ٹھیک ہیں، بیمار ہیں، کر کیا رہے ہیں؟ اسی سے سب کا پتا رہے گا۔ یہ رابطہ سے ہوگا۔ رابطہ نہیں ہوگا تو ہمیں لگے گا کہ مردنی چھائی ہے، خاموش ہیں۔ ہنگامہ نہیں ہے۔ اقبال بھی کہتا ہے کہ

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں ہے

اپنے بحر کی موجوں میں اضطراب پیدا کرو۔ یہ اس رابطہ سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ہمت دے گا۔ انشاء اللہ یہ آپ لوگ ہی ہیں جو آگے بڑھیں گے اور لوگوں کو ساتھ لے کے جائیں گے۔ ہمیں اللہ کے فضل سے امید ہے، یقین ہے۔

☆ آپ کا کیا خیال ہے کہ بنے بنائے لوگ آپ کے پاس آئیں گے؟ اُنہیں کیا ضرورت ہے آپ کے پاس آنے کی؟ آپ کے پاس تو بگڑے تگڑے اور بالکل سخت قسم کے لوگ آئیں گے اور آپ کو دو چار سنائیں گے۔ آپ نے اُن کی اصلاح کرنی ہے۔ باباجیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرا حلقہ داڑھی منڈوں کا ہے۔ اس میں ہمارے پاس ایسے ہی لوگ آئیں گے ہم نے انہیں بچوں کی ان شاء اللہ اصلاح کرنی ہے۔ یہ توقع رکھ کے بیٹھے ہیں کہ ہمارے پاس بنے بنائے لوگ آئیں گے اور ہم ان کو اپنی تعلیم سکھا دیں گے اور وہ چلنا شروع کر دیں گے۔ یہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ممکن نہیں تھا، اب تو حالات ہی اس کی نسبت دگرگوں ہیں۔ آج کل حالات بہت خراب ہیں۔ اُس وقت کوئی آدمی کسی کی بات سن تو لیتا تھا، آج کل تو سنتا بھی کوئی نہیں ہے۔ اس لئے یہ بڑے حوصلے کی بات ہے۔ ان شاء اللہ اسی Spirit سے بات کریں گے، جتنی محنت کریں گے اللہ تعالیٰ اس کا صلہ آپ کو ضرور دے گا۔ اگلوں کا کچھ بنے یا نہ بنے وہ اللہ میاں کے ہاتھ میں ہے لیکن آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے محروم نہیں رکھے گا یہ یاد رکھیں۔ جو کام کرنے والا آدمی ہوتا ہے وہ اللہ کے فضل سے کبھی محروم نہیں رہتا۔ اسے اللہ میاں عطا کرتا ہے۔

☆ ایک بھائی نے ہاتھ جوڑ کر بلند کرنے کے انداز پر بات کی کہ یہ ہندوؤں کا انداز ہے جو اب کافی مسلمان بھی کرنے لگے ہیں۔ اس پر فرمایا:

یہ 1968ء کی بات ہے۔ میں لاہور میں گڑھی شاہو کے علاقے میں رہتا تھا یہاں پاس ہی مسجد تھی۔ یہاں میں نماز پڑھنے جایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں جب میں آخر میں دعا کرتا تو میں بھی ایسے ہاتھ جوڑ کے دعا کرتا تھا۔ وہاں میرے ساتھ ایک دن ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے جو کہتے کہ مجھے یہ کرنا اس لئے پسند نہیں ہے کہ یہ ایسے ہندو پرنام کرتے ہیں۔ میں نے اس دن سے اس طرح دعا مانگنا چھوڑ دیا۔ یہ آپ کی بات ہے ناں کہ کچھ لوگوں کو ایسے ہاتھ جوڑ کے بات کرنا اچھا نہیں لگتا۔ ہماری یہ روایت ویسے نہیں ہے۔ ایسی باتوں کا خیال رکھا کریں۔

ایسی بات جس میں کوئی شک شبہ ہو وہ مت کیا کریں۔ مومن کی ہر بات حضور اقدس ﷺ کے فرمان کے مطابق ہو، جو بات آپ کو شک میں ڈال دے اسے چھوڑ دو، وہ غلط ہوگی۔ جو Clear بات ہو اس پر عمل کرو۔ یہ سرکار کے فیصلے والی بات ہے۔ اس کو پلے باندھ لو۔ جو بات آپ کو شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو چاہے وہ سونا ہے یا پلاٹینیم ہے، اسے چھوڑ دو۔ آپ کے سامنے جو بات صاف صاف ہو اس پر عمل کرو۔ جو غلط بات ہوگی وہ آپ کو ہمیشہ غلط فہمی میں ڈالے گی۔ ایسے کام مت کیا کرو۔ اچھا ہوا آپ نے کام کی بات بتائی۔

☆ ہمیں ریاکاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہم اللہ کے فضل سے سب کچھ ہیں۔ ہمارے دل ہمارے پاس ہیں۔ دل میں عاجزی ہونی چاہئے۔ باقی باتیں نظر انداز کریں۔

(آن لائن محفل مورخہ 19 مئی 2024ء کی گفتگو سے اقتباسات)

مغربی الحادی فکر اور حقانیت اسلام

(شیخ صالح بن فوزان بن عبداللہ)

غیبت کے نقصانات قرآن وحدیث کی روشنی میں۔

غیبت ایک ایسا گناہ ہے جس کی اسلام میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ یہ عمل نہ صرف دینی لحاظ سے نقصان دہ ہے بلکہ سماجی اور اخلاقی طور پر بھی بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔قرآن وسنت میں غیبت کو سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس کے نقصانات کو واضح کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں غیبت کی مذمت۔

.1 غیبت کو مردار بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ" (سورۃ الحجرات:12)

ترجمہ: "اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اسے ناپسند کرو گے، اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

یہ آیت غیبت کی سنگینی اور کراہت کو بیان کرتی ہے اور اسے انسانیت کے بنیادی اخلاق کے خلاف قرار دیتی ہے۔

.2 غیبت فتنے اور فساد کا سبب بنتی ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" (سورۃ النور:19)

ترجمہ: "جو لوگ مومنوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے"۔ غیبت، بہتان اور بدگمانی جیسے اعمال فتنہ اور بے حیائی کو فروغ دیتے ہیں، جس کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہوسکتا ہے۔ احادیث میں غیبت کی مذمت۔

1 غیبت کی تعریف۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے بارے میں ایسی بات کہو جو اسے ناگوار ہو۔"

صحابہ نے عرض کیا: اگر وہ بات سچ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر وہ بات سچ ہے تو یہ غیبت ہے، اور اگر جھوٹ ہے تو یہ بہتان ہے۔" (صحیح مسلم: 2589)

2 غیبت قیامت کے دن نقصان کا سبب بنے گی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس کے پاس اپنے بھائی کی عزت یا کسی اور معاملے میں حق تلفی ہو، تو وہ قیامت سے پہلے ہی اس سے معافی مانگ لے، کیونکہ قیامت کے دن دینار اور درہم کام نہیں آئیں گے۔" (صحیح بخاری: 2449)

3 غیبت نیکیوں کو ضائع کر دیتی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ایک مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن اس نے کسی کو گالی دی، کسی کی عزت پر حملہ کیا، یا غیبت کی، تو اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن پر اس نے ظلم کیا تھا۔ (صحیح مسلم: 2581)

غیبت کے نقصانات۔

1 روحانی نقصان۔ -غیبت ایک کبیرہ گناہ ہے جو انسان کے دل کو زنگ آلود کر دیتا ہے اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

2 سماجی نقصان۔ -غیبت سے دلوں میں کینہ اور نفرت پیدا ہوتی ہے،

جس سے خاندان اور معاشرہ تباہ ہوسکتا ہے۔

3 عبادات کی قبولیت پر اثر۔ - غیبت کرنے والے کی دعائیں اور نیک اعمال قبول نہیں ہوتے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور معافی نہ مانگے۔

4 قیامت کے دن سخت سزا۔ -غیبت کرنے والوں کے لیے قیامت کے دن ان کے اعمال نامہ میں سخت حساب کتاب ہوگا۔

5 معاشرتی بگاڑ۔ غیبت سے فتنے اور فساد پیدا ہوتے ہیں، جو معاشرے کے امن وسکون کو برباد کردیتے ہیں۔

غیبت سے بچنے کا حل۔

1 اللہ کا خوف۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے زبان کو کنٹرول میں رکھیں اور فضول گفتگو سے بچیں۔

2 توبہ اور استغفار۔ اگر کسی کی غیبت کی ہو تو فوراً اللہ سے معافی مانگیں اور اس شخص سے بھی معذرت کریں۔

3 خاموشی اور مثبت سوچ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔" (صحیح بخاری:6018)

4 دل کی صفائی۔ دوسروں کے لیے دل میں اچھے خیالات رکھیں اور ان کی عیب جوئی سے گریز کریں۔

خلاصہ غیبت ایک خطرناک گناہ ہے جس کے نقصانات دنیا اور آخرت دونوں میں نمایاں ہیں۔قرآن وحدیث میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے، اور اسے انسان کی نیکیوں کے ضیاع اور معاشرتی بگاڑ کا سبب بتایا گیا ہے۔مسلمان کو چاہیے کہ وہ غیبت سے بچے، زبان کی حفاظت کرے، اور اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کے حق میں دعا کرے۔

ریاکاری

(شہید آیت اللہ عبدالحسین)

ریاکارمشرک ہے: معتبر روایات سے یہ مطلب اخذ ہوتا ہے کہ دکھاوے کا کام کرنے والا شخص مشرک ومنافق ہے اور وہ پروردگار عالم کے عذاب میں گرفتار ہوکر اس کے غضب کا نشانہ بنتا ہے۔خواہ اس کی ریا واجبات میں ہو یا مستحبات میں، چاہے وہ بالذات ریاکار ہے یا شرکت کے طور پر، باالفاظ دیگر وہ مخلوق سے قریب تر ہونے اور ان کے نزدیک اپنے آپ کو محترم بنانے اور ان کی خوشنودی کے لیئے عبادت کرتا ہے۔اوراس کے ساتھ ساتھ امرخدا کی فرمانبرداری کا قصد بھی رکھتا ہے۔اوراس کی رضایت وقربت کا آرزومند بھی ہے (اس قسم کے تعبدکوشرک درمقام عبادت کہتے ہیں)

ارشاد ہوتا ہے: منافق (اپنے نزدیک) خدا کو دھوکا دیتے ہیں اور وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہوکرلوگوں کے دکھانے کواورخدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم (النساء۔142)

ارشاد فرمایا: سخت عذاب ان نمازگزاروں کے لیے تیار ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔جوریاکاری کرتے ہیں (الماعون۔4,5,6)

ریاءشرک اصغر ہے

حضرت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بے شک تمہارے بارے میں جس چیز سے مجھے زیادہ تر خوف ہے وہ شرک اصغر سے ہے۔کسی نے عرض کیا اے پیغمبر چھوٹے شرک سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وہ ریاء ہے۔قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ

اپنے بندوں کے اعمال کی جزاء دینے لگے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا تم ان لوگوں کی طرف رجوع کرو جن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دنیا میں نیک اعمال انجام دیئے تھے۔انہیں سے اپنے اعمال کا صلہ لے لو۔کیا ان سے صلہ ملنا ممکن ہے؟ (بحار الانوار)

حدیث میں ہے: بے شک اگر کسی بندہ خدا نے کوئی عمل خیر انجام دیا اور اس کا قصد اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کا ثواب حاصل کرنا ہو، اگر اس عمل میں مخلوق کی خوشنودی شامل کی گئی تو وہ مشرک قرار پائے گا۔) (بحار الانوار)

ریاکار اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے

حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن نجات کیسے حاصل ہو؟ فرمایا نجات اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکے بازی نہ کرے۔ بے شک کوئی اللہ کو دھوکہ دے تو خدا اسے دھوکہ دیتا ہے اور ایمان اس سے چھین لیتا ہے۔اگر وہ شعور رکھتا ہے تو دھوکہ اپنے آپ کو دیتا ہے نہ کہ خدا کو۔کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کیسے دھوکہ وفریب دے سکتا ہے؟ فرمایا کہ بندہ حکم خدا تو بجالاتا ہے مگر اس کا قصد غیر خدا کی خوشنودی ہوتا ہے پس تم اللہ سے ڈرو اور ریا سے پرہیز کرو۔یقیناً ریا اللہ سے شرک باندھنا ہے۔ بے شک قیامت کے دن ریاکار کو چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر، اے فاجر (گنہگار)، اے غادر (مکار)، اے خاسر (زیاں کار) تیرا عمل باطل اور تیرا اجر وثواب ضائع ہوگیا۔آج تیری کوئی وقعت نہیں۔ جاؤ جس کے لیے تم یہ اعمال بجالائے ہو اسی سے اجر و ثواب مانگو۔(بحار الانوار)

جہنم کی آگ ریاکاروں سے روتی ہے

حضرت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا بے

شک جہنم کی آگ اور اہل جہنم ریا کاروں کے سبب فریاد کرتے ہیں۔ کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ آگ کس طرح روتی ہے؟ فرمایا آگ کی گرمی کی شدت سے کہ جس میں ریا کار لوگ مبتلائے عذاب ہیں جہنم نالہ وفریاد کرتا ہے۔

کبھی عبادت گزار کو اس کی عبادت آگ کی طرف کھینچتی ہے

ابو بصیر نے امام جعفر صادق سے روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندے کو لائیں گے جو دنیا میں نماز گزار تھا۔ اس سے کہیں گے کہ دنیا میں تم نے نمازیں پڑھی ہیں مگر تمہارا مقصد یہ تھا کہ لوگ تمہاری مدح سرائی کریں اور کہیں کہ دیکھو کیسی اچھی نماز پڑھتا ہے۔ پس اس شخص کو آگ میں ڈال دیں گے۔ اس کے بعد دوسرے کو لائیں گے جو قاری قرآن ہوگا۔ اس سے کہیں گے کہ تلاوت کے وقت تمہارا قصد یہ ہوتا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ تمہارا لحن و قرأت بہت اچھی ہے پس اس کو بھی آگ کی طرف لے جائیں گے۔ تیسرے کو حاضر کریں گے کہ جو جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا تھا۔ اس سے کہیں گے کہ جہاد سے تمہارا قصد تھا کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بڑا پہلوان اور شجاع ہے۔ اس کو بھی جہنم میں لے جائیں گے۔ چوتھا آدمی راہ خدا میں خرچ کرنے والا تھا۔ اس سے کہیں گے کہ تمہارا قصد تھا کہ لوگ تم کو سخی کہیں گے پھر اس کو بھی جہنم میں لے جائیں گے۔ (لآلی الاخبار)

خلوص کی فضیلت اور ریا کار کی مذمت

بہت سی روایتوں سے یوں استفادہ ہوتا ہے کہ ریا کار کے لیے آخرت میں خسارہ، اجر وثواب سے محرومی اور آتش جہنم میں جلنے کے علاوہ دنیا میں بھی وہ اپنی مراد حاصل نہیں کر سکتا۔ بعبارت دیگر اس کا قصد ونظر مخلوق کے نزدیک عزت ومرتبت پیدا کرنا تھا۔ اس میں کامیاب نہ ہوگا۔ بلکہ اکثر اوقات شرمندگی اور رسوائی سے دوچار ہوگا۔

دنیا اورآخرت (دونوں) کا گھاٹا اٹھایا اوریہی تو صریح گھاٹا ہے۔(حج۔11)

اس کے برعکس مخلص انسان آخرت کے اجر وثواب کے علاوہ اس دنیا میں بھی لوگوں کی نظروں میں عزیز ومحترم ہوگا۔چنانچہ حضرت امام جعفر صادق نے آیہ مبارکہ:

جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہونے کی امید رکھتا ہے تو اسے عمل صالح کرنا چاہیئے اوراپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔(کہف۔110)

کی تفسیر میں فرمایا:

کوئی شخص نیک عمل انجام دیتا ہے مگر اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر نہیں بجا لاتا بلکہ لوگوں سے تعریف وثناء خوانی اُسے منظور ہے اوردل چاہتا ہے کہ لوگ اسے دیکھیں اورسنیں تاکہ شہرت حاصل ہو اورمقبول ہو۔فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے پروردگار کی عبادت میں دوسروں کو شریک بنایا ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ کوئی بندہ نہیں کہ اپنے نیک عمل کو پوشیدہ رکھے تاکہ آخر کار خدائے مہربان اس کو منظر عام پر آشکار فرماتا ہے۔اورکوئی بندہ نہیں کہ اپنے برے عمل کو مخفی نہ رکھے (ریاکاری اورمنافقت کے لئے) مگر جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو سرعام کرکے (ذلیل وخوارکرتا جائے گا)۔(کتاب کافی)

کھرا عمل جلوہ گر ہوتا ہے

حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا:

کوئی ارادہ کرے کہ اپنے قلیل عمل سے صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کروں گا تو خداوند کریم اس کے عمل کو بڑھا چڑھا کر لوگوں پر ظاہر کرتا ہے اور وہ نظروں میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ (اس کے برعکس) اگرکوئی زیادہ سے زیادہ عمل بجالائے جس میں جسمانی مشقت وتکلیف سے خستہ ہو اورشب بیداری سے تھکاوٹ ہوئی ہو مگر اس کی نیت لوگوں سے مداح وثنا حاصل کرنا

اور دادلیبا رہا ہو تو خداوند عالم اس کے کثیر عمل کو چھوٹے سے چھوٹا کر کے منظر عام پر لائے گا اور کانوں تک پہنچا دے گا (یہاں تک کہ لوگ اس سے نفرت کریں گے)۔(کتاب کافی)

دکھاوا، فقہی نظر سے

اگر کوئی عبادت میں شرک جیسے گناہ کبیرہ میں پھنسا ہوا ہو اور توبہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں پہلے حقیقی معنوں میں پشیمان ہونا چاہیے۔ پھر اس گناہ کو ہمیشہ کے لیے ترک کرنے کا پختہ ارادہ کرے اور تیسرے آئندہ خالصتاً اللہ کے لیے بجا لانے کی نیت کرے۔ یعنی اولاً واجب ہے کہ گذشتہ گناہوں سے استغفار کر کے مغفرت طلب کرے۔ دوسرے جن عبادتوں میں ریا واقع ہوئی ہے ان کو دوبارہ بجالائے خواہ پوری عبادت ریا کے ساتھ ہوئی ہو یا کچھ حصہ، بایں معنی کہ عمل کی ابتدا سے لے کر انتہا تک غیر خدا اس کی نظر میں رہا ہو، درمیان میں پروردگار کی خوشنودی بھی شامل ہوگئی ہو۔ مثلاً کسی نے واجب زکوۃ خداوند عالم کی فرمانبرداری کے قصد سے مستحق کو دے دی ہو اور اس کے ساتھ ہی لینے والے سے کسی قسم کی منفعت حاصل کرنے یا ضرر دور کرنے کا ارادہ بھی رکھے یا لینے والے کی بزرگی اور احترام کا قصد کرتے ہوئے پیش کرے۔ ان تمام حالات میں توبہ کرنے کے بعد صرف رضامندی خدا کے لیے دوبارہ زکوۃ دینا واجب ہے۔

نماز دوبارہ پڑھنے سے یہ فرق نہیں پڑتا کہ تمام عمل دکھاوا ہو یا کوئی ایک جزو یہاں تک کہ مستحب عمل کا کوئی جزو بھی ریا کے ساتھ بجالائے جیسا کہ قنوت پڑھنا تو احتیاطاً دوبارہ تکرار کرے یا عمل کی کیفیت میں ریا داخل ہو جائے جیسا کہ دکھاوے کے لیے نماز جماعت میں شرکت کرے یا پہلی صف میں بیٹھ جائے یا اول وقت نماز پڑھی جائے تو بہر صورت نماز باطل ہے۔

ریا قصد سے مربوط ہوتی ہے

واضح ہو کہ ریا کا دارومدار آدمی کے قصد پر ہے۔ بالفاظ دیگر ہر وہ عمل جو لوگوں کو دکھانے یا ان کے نزدیک مرتبہ بلند کرنے اور ان کو خوش کرنے کے لیے انجام دیتا ہے، وہ ریا ہے۔ درحقیقت کسی عمل میں ریا داخل نہیں ہوتی جب تک عامل ریا کا قصد اور نیت نہ کرے۔ مثلاً اگر صفائی اللہ کی خوشنودی یا فرمان برداری کے قصد سے بجالایا تو یہ عمل عبادت ہے۔ لیکن اگر دکھاوا مطلوب ہے تو۔

ریا۔ اسی طرح اچھے لباس زیب تن کرنا یا بہترین مکان بنانے میں اگر نعمت خداوندی کے کلی اظہار کا قصد رکھتا ہو تو عبادت ہے اور اگر نمائش و نمود کا پہلو لیے ہوئے ہے تو ریا بن جاتی ہے۔

ریا کاری کا سرچشمہ دنیا اور اس کی دولت و عزت کی محبت ہے اور دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ خالص دنیوی امور جو کہ عبادت میں شمار نہیں ہیں اس میں ریا کاری حرام ہونے کے بارے میں کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ اس لیے فقہاء عظام بھی اس کی حرمت کے متعلق فتویٰ نہیں دیتے لیکن راہ احتیاط و نجات یہی ہے کہ اہل ایمان ریاء کے تمام مراتب سے پرہیز کرتے ہیں۔

ریا کی اقسام

مرحوم فیض کاشانی محجۃ البیضاء نامی کتاب میں عبادت اور غیر عبادتی امور میں ریا کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

1۔بدنی ریا

اخروی امور کی عبادت میں بدنی ریا سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے بدن کو کمزور بنا

دے اور اظہار کرے کہ خوف وخشیت خدا اور شب بیداری میں کثرت اور خواب وخوراک کی قلت واقع ہوگئی جس کے نتیجے میں بدن ضعیف ہوا ہے۔یا ہونٹوں کو خشک رکھے تاکہ لوگ اسے روزہ دار سمجھیں۔یا خود کو اخروی امور میں منہمک دکھانے کی کوشش کرے تاکہ لوگ تعجب کریں کہ یہ شخص بڑا پرہیزگار ہے۔اور دن رات دینی امور میں مشغول رہتا ہے۔بدنی ریا کی دوسری قسم دنیوی امور میں بدنی ریا ہے۔جس سے مراد اپنے قوی ہیکل، طاقت، موٹاپا، زیب وزینت اور نظافت ہے۔یعنی لوگوں کی نظروں میں سمانا اور اچھا لگنا ہے۔

2۔شکل وصورت اور لباس کی ریا

اخروی امور میں ہیئت وپوشاک کی ریا: مثلاً مونچھوں کو منڈوا کر صاف کرنا تاکہ لوگ گمان کریں کہ یہ شخص آداب وسنت کا سختی سے پابند ہے۔یا راستہ چلتے وقت سر اور نظر کو نیچا کر کے باوقار، آہستہ آہستہ چلنا اور سجدہ کے آثار پیشانی سے ظاہر کرنا، گندے پھٹے لباس کو پہن کر ترک دنیا کی نمائش کرنا وغیرہ وغیرہ۔

دنیوی امور میں پوشاک کی ریا اس طرح ہوتی ہے کہ اہل دنیا کو دکھانے کی خاطر قیمتی اور نفیس کپڑے زیب تن کرے تاکہ لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کرے۔

3۔قولی ریا

آخرت کے امور میں قوال کی ریا: مثلاً لوگوں کے سامنے لبوں کو حرکت دیتے ہوئے ذکر میں مشغول ہوجائے یا اپنی فضیلت وبزرگی اور علمی قابلیت کی نمائش کے لیے وعظ و نصیحت کرے اور مجالس ومحافل میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہوئے حاضرین کو ڈرائے اور دل میں خلوص نہ ہو۔

اسی طرح دنیوی امور میں قولی ریا سے مراد لوگوں کے سامنے اپنے کمالات کا

اظہار کرنا تاکہ لوگ اس کا احترام کریں اور فضیلت کے قائل ہو جائیں۔ جس موضوع پر بحث ہو وہ اپنی اظہار نظر کرے تاکہ لوگ اسے باخبر اور دانش مند سمجھیں۔ ہر ایک کے ساتھ خوشامد اور زبانی ہمدردی کا اظہار کرے تاکہ لوگ اس کے شیفتہ ہو جائیں۔

4۔ عمل میں ریا

اخروی عمل میں ریا کاری جیسا کہ لوگوں کے سامنے نماز پڑھتے ہوئے لمبی سورتوں کی تلاوت کرنا، رکوع و سجود کو طول دینا، خضوع و خشوع کی نمائش کرنا، واجب و مستحب روزے رکھنا، حج و زیارت بجالانا، کھانا کھلانا اور صدقات دینا صرف اس لیے ہو کہ لوگ اس کو متدین اور عبادت گزار تصور کریں۔

دنیوی عمل میں ریا کاری سے کام لینا، مثلاً جہاں لوگوں کی اکثریت ہو وہاں اس کے رجحان کے مطابق رقم خرچ کرنا تاکہ لوگ اسے سخی کہیں اور وہ شہرت پائے یا بڑی رقم خرچ کر کے کثیر تعداد میں لوگوں کو دعوت دے اور ان کی خاطر و مدارت کرے۔

5۔ بیرونی اور خارجی امور میں ریا اخروی امور میں ریا کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص دین داروں اور علماء کی مجلس میں بغیر دلی لگاؤ کے محض دکھاوے کے لیے شرکت کرے۔ یا عبادت گزار اور پرہیزگاروں سے ملنے جائے یا اپنے گھر میں اس کو دعوت دے تاکہ لوگ اسے دین دار، علم دوست اور بزرگوں کا ہم نشین خیال کریں۔

اسی طرح دنیوی امور میں بھی ریا کاری ممنوع ہے۔ مثلاً حکمرانوں اور بادشاہوں کے دربار میں زیادہ آمد و رفت کرنا تاکہ لوگ اس کے اثر و نفوذ کے قائل ہوں اور اس طرح وہ سادہ لوح افراد کو فریب دے کر اپنے مطالب حاصل کرے۔

مثبت سوچ صحت مند زندگی کی ضامن

(لیاقت علی جتوئی)

ذہن ہمارے جسم کا وہ حصہ ہے، جہاں خیالات بنتے اور جنم لیتے رہتے ہیں، یہ ایک لامتناہی اور کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ ہمارے ذہن میں ہر وقت کوئی نہ کوئی خیال اور سوچ چلتی رہتی ہے۔ کبھی اچھے کبھی برے، کبھی مثبت اور کبھی منفی خیالات۔ مثبت سوچ کا نتیجہ مثبت نکلتا ہے۔ کامیاب زندگی، مثبت سوچوں اور رویوں جب کہ ناکام زندگی منفی سوچوں اور رویوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ سوچ انسانی ذہن پر اس حد تک اثر انداز ہوتی ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی قسمت خود بنا سکتا ہے۔ زندگی کا ہر منظر سوچ سے جنم لیتا ہے اور سوچ پر ہی ختم ہوتا ہے۔

ایک منفی سوچ کا حامل شخص منفی عمل کو جنم دیتا ہے جبکہ مثبت سوچ کا حامل شخص تعمیری فعل انجام دیتا ہے۔ ہماری زندگی پر ہماری سوچ اور خیالات مستقل طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی سوچ کو فلسفی ڈیکارٹ نے یوں کہہ کر اپنے وجود کی دلیل دی، ''میں سوچتا ہوں اس لیے میں ہوں!'' اس سوچ کے ہم نوا شیکسپیئر نے کہا تھا کہ ''ہم وہ نہیں ہوتے جو کرتے ہیں بلکہ ہم وہ ہوتے ہیں جو سوچتے ہیں''۔

یعنی اگر آپ یہ سوچیں کہ آپ کوئی کام کر سکتے ہیں تو آپ کر سکیں گے اور اگر آپ سوچتے ہیں کہ آپ نہیں کر سکتے تو کچھ بھی کر لیں آپ وہ کام نہیں کر سکیں گے۔ مثبت اور منفی خیالات انسان کے ذہن میں ہر وقت آتے رہتے ہیں، اگر یہ کہا جائے تو

غلط نہ ہوگا کہ انسانی ذہن پر ہر لمحہ سوچوں کا غلبہ رہتا ہے اور انسان کی زندگی کے بیشتر زاویے اس کی ذہنی سوچ سے جنم لیتے ہیں۔اسی سوچ وفکر سے انسانی جذبات کی آبیاری ہوتی ہے اور ان جذبات کی بنیاد پر ہی انسان کا ہر عمل ہمارے سامنے آتا ہے۔

مثبت سوچ،خوشحال زندگی:

سوچ سے خیال،خیال سے نظریہ،نظریہ سے مقصد،مقصد سے تحریک سے جستجو اور جستجو سے کامیابی جنم لیتی ہے اور کامیابی کا احساس آپ کو زندگی میں خوشحال اور صحت مند بناتا ہے۔ہمارے ذہن کے سوچنے کا انداز دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک منفی اور دوسرا مثبت۔مثبت سوچ ہمیشہ انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے جبکہ منفی سوچ ناکامی اور نامرادی کی طرف دھکیلتی ہے اور زندگی کی چمک دمک کو تاریکی کی سیاہیوں میں بدل دیتی ہے۔

ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ مثبت سوچ صحت مند زندگی کی ضمانت ہوتی ہے۔ہم جیسا سوچتے ہیں، ہماری شخصیت بھی ویسی ہی ہوجاتی ہے۔اگر ہم اپنے آپ کو پر اعتماد، کامیاب، ذہین اور پر کشش تصور کریں گے تو ہماری شخصیت میں یہی خصوصیات شامل ہونا شروع ہوجائیں گی اور اگر ہم اپنے آپ کو کمتر اور حقیر محسوس کریں گے تو ہم ویسے ہی بن جائیں گے۔اچھی اور بہتر زندگی کے لیے زندگی کا با مقصد اور بامعنی ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ مقاصد اور اہداف ہمیں زندگی کی قدر و قیمت سے آگاہی فراہم کرتے ہیں۔

اچھی سوچ، ذہنی دباؤ سے نجات:

ذہنی دباؤ یا ٹینشن کو ہر بیماری کی جڑ سمجھا جاتا ہے۔ یہ ذہنی اور جسمانی عدم توازن کا باعث بنتا ہے۔ دورِ حاضر کی تیز رفتار زندگی میں مشکلات اور پریشانیوں نے ہر شخص کو ٹینشن میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ ذہنی دباؤ انسان کو چڑچڑے پن کا شکار کر دیتا ہے اور صحت کے لیے خطرے کی علامت ہے۔ ذہنی دباؤ سے نجات حاصل کرنے کے لیے مثبت انداز فکر اپنانا بے حد ضروری ہے۔ حالات کتنے ہی منفی کیوں نہ ہو جائیں اپنے اعصاب کو قابو میں رکھ کر اور حالات کو خود پر حاوی نہ ہونے دے کر خود کو ٹینشن اور اذیت سے بچایا جا سکتا ہے۔

آپ جتنا چیزوں کو اپنے سر پر سوار کریں گے اتنا ہی پریشانیوں میں اضافہ ہوگا اور آپ کا دماغ مزید اُلجھتا چلا جائے گا۔ ایسی صورتحال میں خود کو ریلیکس رکھنا اور سوچ کو مثبت چیزوں پر مرکوز کرنا بے حد ضروری ہے۔ اگر آپ کسی بھی مشکل کا شکار ہوں تو بجائے دماغ کی کھچڑی بنانے کے کچھ دیر کسی بھی پرسکون جگہ پر لیٹ جائیں۔ ذہن کو مکمل طور پر خالی چھوڑ دیں اور پھر چیزوں کے مثبت پہلوؤں پر غور کرنا شروع کریں۔

متوازن رویہ:

انسان ہمیشہ جیتنا چاہتا ہے اسے تمام تر خواہشات دسترس میں چاہئیں اور اگر کبھی حاصل کی جدوجہد لا حاصل میں بدل جائے تو غصے کی شدید لہر پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور غم و غصے کی اس لہر پر اگر صبر کا پانی نہ ڈالا جائے تو منفی سوچ کے لیے رستہ بنا لینا مشکل نہیں رہتا۔ اس کے لیے متوازن اور حقیقت پسند رویہ اپناتے ہوئے ناکامی کو قبول کر لیا جائے۔ جیت اور کامیابی کا جشن تو بہت بار منایا جاتا ہے

لیکن ہار کا خیر مقدم کرنا مشکل مرحلہ محسوس ہوتا ہے کیونکہ ہم نے ہارنا سیکھا ہی نہیں۔

جیت سے ملنے والی خوشی کا حقیقی اندازہ تب تک نہیں لگایا جا سکتا جب تک لا حاصل کی کڑواہٹ کو مٹھاس میں نہ بدل دیا جائے کیونکہ ناکامی کو تسلیم کر لینے کے بعد نئے سرے سے جب جدوجہد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو اس بار سعیٔ پیہم اور مثبت سوچ کی وجہ سے جیت کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ انسان کے لیے قابلِ قدر اقدام یہ ہے کہ جب وہ اپنی ذات کا محاسبہ کرنے لگے تو کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ناکامیوں کو بھی یاد رکھے اور اپنی گزشتہ لغزشوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں کو اپنی طاقت میں بدل دے۔

خیالات کا زاویہ، سوچ اور عمل کی شکل کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ برقی بارش کے قطرے سیپ اور سانپ، دونوں کے منہ پر گرتے ہیں لیکن سیپ اس قطرے کو موتی اور سانپ زہر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی معاملہ مثبت اور منفی سوچ کا ہے۔ خیالات توانائی کی نرم ترین قسم ہیں۔ بالکل گرم لوہے کی طرح جس کو اپنی مرضی کے رُخ پر موڑا جا سکتا ہے، اسی طرح خیالات کو بھی جس سانچے میں ڈھالنا چاہیں، ڈھل جاتے ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی مرضی و منشا پر منحصر ہے کہ وہ منفی روش کے دھارے میں بہہ جائے یا پھر مثبت روی اور ثابت قدمی کا دامن تھام لے اور اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کرے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

قلب کی اصلاح، ضرورت و اہمیت

(محمد مقصود عالم رشادی)

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث اہم، قیمتی اور انسانوں کے لیے بالخصوص مومنوں کے لیے آب حیات کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جو بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ بالخصوص تین حدیثیں جن کے بارے میں علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اسلام کی تمام تر تعلیمات ان میں داخل ہیں۔ گویا دین اسلام کا مدار ان تین حدیثوں پر ہے۔ ان میں پہلی حدیث یہ ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! انسانی جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔ جان لو کہ یہ قلب ہے'' (بخاری، مسلم)۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاصِ نیت پر ہے۔ تیسری حدیث یوں ہے کہ مومن کے اسلام کے حسن کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے کار اور فضول باتوں سے اور بے کار کاموں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

یہ تینوں حدیثیں اپنے اندر جامعیت رکھتی ہیں۔ ان میں پہلی حدیث اس وقت موضوعِ تحریر ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح قلب کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت نعمان بن بشیرؓ ہیں۔ یہ انصاری صحابی ہیں۔ نبی اکرمؐ کے مدینہ منورہ رونق فروز ہونے کے بعد سب سے پہلے بچے ہیں جو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ یہ اور ان کے والدین دونوں ہی صحابی ہیں۔ کوفہ جو عراق میں واقع ہے، وہاں رہتے تھے

اور ملک شام کے ایک شہر حمص کے گورنر بنائے گئے، اور سب سے اہم بات یہ کہ مذکورہ حدیث انھوں نے آٹھ سال کی عمر میں رسول اللہ سے سماعت فرمائی اور جب بالغ ہوئے تو ممبر پر بیان کی جس کو صحابہ کرامؓ نے قبول فرمالیا۔

قلب کی اہمیت: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل اگر چہ چھوٹا سا گوشت کا لوتھڑا ہے لیکن پورے قالب، یعنی جسم کی اصلاح اس قلب کی اصلاح پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ قلب جسم کا بادشاہ ہے، جب بادشاہ صحیح ہوگا تو ساری رعایا بھی صحیح ہوگی۔ قلب کے ٹھیک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب قلب نور ایمان سے منور ہو جائے اور اس میں نور عرفان اور نور ایقان آجائے تو سمجھ لو کہ قلب کی اصلاح ہوگئی اور جسم کے تمام اعضا سے بھی اعمال صالحہ، اخلاقِ حمیدہ اور احوالِ جمیلہ ظاہر ہوں گے، لیکن جب قلب کفر وشرک کی ظلمتوں، شکوک وشبہات اور نفاق کی برائیوں سے خراب ہو جائے گا تو پھر جسم کے اعضا سے بھی برے اعمال ہی صادر ہوں گے۔ چنانچہ ہر شخص پر یہ لازم ہے کہ اپنے قلب کی نگرانی کرے اور اس کو خواہشات نفسانی میں مشغول ومصروف ہونے سے روکے رکھے۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ نہایت اہم امور میں سے ہے کہ قلب کی اصلاح اور نگرانی ہو، ورنہ یہ کبھی بھی بدل سکتا ہے۔ قلب کے معنی ہی بدلنے کے ہیں۔ دل کو عربی میں قلب اس لیے بھی کہتے ہیں کہ وہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے، چنانچہ ہر وقت نگرانی کی ضرورت ہے کہ یہ قلب حق سے باطل کی طرف نہ پھر جائے یا اچھائی سے برائی کی طرف رُخ نہ پھیر لے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ ہمارے قلوب کو اپنے دین حق پر ہمیشہ ثابت قدم رکھ'' (بخاری)۔ اگر قالب سے گناہ سرزد ہو جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قلب میں فساد ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے تذکرے میں ایک جگہ ارشاد فرمایا: ''اے میرے رب، مجھے اس دن رسوا نہ کر، جب کہ سب لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے، جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لیے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو'' (الشعراء ۲۶: ۸۷-۹۸)۔ یہ بہت اہم بات ہے کہ جس انسان کا قلب 'قلبِ سلیم' ہوگا وہ نجات پائے گا۔ قلب جب صالح ہو جاتا ہے، اس کو قلبِ سلیم کہا جاتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں قلبِ سلیم کے پانچ پہلو بیان کیے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ قلب جو غلط قسم کے عقیدوں، کفر و شرک، نفاق و بدعت سے خالی ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ قلبِ سلیم وہ ہے جو اپنی اولاد کو حق کی رُشد و ہدایت کی طرف راہ بتاتا ہے، چوتھی تفسیر یہ کہ قلبِ سلیم وہ قلب ہے جس میں ایسی شہوت اور خواہشاتِ نفس نہ ہوں جو جہنم کی طرف لے جانے والی ہوں۔ حضرت سفیان کی طرف سے پانچویں تفسیر یوں ہے کہ قلبِ سلیم وہ قلب ہے جس میں اللہ کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔ اس حدیث سے اصلاحِ قلب کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔ جس طرح بدن بیمار ہوتا ہے اور اس کے لیے علاج کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح قلب بھی بیمار ہو جاتا ہے اور اس کا علاج کروانے اور اصلاح کی ضرورت پڑتی ہے۔

دل اور قرآن مجید: دل کی بیماریاں کیا ہیں اور ان کا علاج کیسے ہو؟ اس سے قبل یہ جان لیجیے کہ دل کی اہمیت اتنی ہے کہ اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں اس کا بار ہا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس کی اہمیت اور اس کو وسوسوں اور بے کار خیالات سے بچانے اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ قلب کی مختلف کیفیتوں اور حالتوں کے اعتبار سے ۱۵۱ مقامات پر تذکرہ فرمایا ہے، جن سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ انسانی قلب کی کیفیات اور اس میں پیدا ہونے والے حالات کی اصلاح کیسے کرنی چاہیے۔

سخت دل: سورہ بقرہ میں فرمایا گیا: ''آخر کار تمھارے دل سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے، کیونکہ پتھروں میں سے تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ بہتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے، اور کوئی خدا کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔ اللہ تمھارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے'' (البقرہ ۲:۷۴)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ ان کو جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد رسولؐ اللہ نے یہ دعا فرمائی: ''اے دلوں کے پھیرنے والے اللہ ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے''۔ (مسلم)

انسانی قلب زمین کے مانند ہیں۔ انسان اگر ایک عرصے تک زمین پر محنت نہ کرے، کاشت نہ کرے تو وہ سخت اور بنجر ہو جاتی ہے اور اس زمین سے پیداوار بھی متاثر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان جب دل پر محنت کرنا چھوڑ دیتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ سخت ہوتا چلا جاتا ہے اور جب انسان کا دل گناہوں کے سبب سخت ہو جاتا ہے، اس میں خوف خدا نہیں ہوتا، تو پتھر بھی دل کی اس سختی سے شرما جاتے ہیں۔ دل انسان کے پاس بڑا سرمایہ ہے۔ اس پر محنت کر کے اس کا تزکیہ کر لے تو کامیاب، ورنہ آخرت کے اعتبار سے اسے ناکارہ اور ناکام انسان کہا جائے گا۔

زنگ آلود دل: گناہوں اور بدکاریوں کی وجہ سے انسانی دل زنگ آلود ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ''دراصل ان لوگوں کے دلوں پر ان کے بُرے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے''۔ (المطففین ۸۳:۱۴)۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے، ڈر جاتا ہے، استغفار کر لیتا ہے تو دل کا وہ سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے لیکن بجائے توبہ کے اور گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ اور بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے'' (ترمذی)۔ یہی ہے وہ رَانَ جس کا تذکرہ مذکورہ آیت میں فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بیان کرنے سے ہی معلوم ہوسکتا ہے، اس لیے کہ دل ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ ہم اس دھبے کو نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دھبے کو دھونے اور دل کو صاف کرنے کا طریقہ بیان فرما دیا ہے، چنانچہ بندگان مومن کو چاہیے کہ نافرمانی یا گناہ کرنے کے بعد فوراً رجوع الی اللہ اور انابت الی اللہ کا ثبوت دیں، توبہ و استغفار کے ذریعے دل کو برباد ہونے سے بچالیں، بصورتِ دیگر دل کی بربادی ایمان کی بربادی کے مترادف ہے اور ایمان کی بربادی دائمی نقصان و خسران کا سبب بن سکتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

گنہگار دل: قرآن مجید میں ہے کہ ''جو شہادت چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ میں آلودہ ہوتا ہے اور اللہ تمھارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے'' (البقرہ ۲:۲۸۳)۔ اس آیت میں صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی فرماں برداری سے انحراف دل کو گنہگار بنا دیتا ہے۔ گنہگار دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت نہیں آتی، بلکہ نافرمانی اور شہوات کی محبت ہی جگہ پکڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ہی فرمایا ہے کہ دل نیک ہو تو سارا جسم نیک ہوتا ہے، اور یہ گنہگار ہو جائے تو دل مسخ ہو جاتا ہے۔

ٹیڑھا دل: ٹیڑھے دل کا بھی قرآن مجید میں تذکرہ ہے۔ فرمایا: ''جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا

کوئی نہیں جانتا" (آل عمران ۳:۷)۔ اللہ تعالیٰ دل کے اس ٹیڑھ پن سے حفاظت فرمانے والا ہے۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں دعا سکھائی ہے: "اے ہمارے پروردگار، جب کہ تو ہمیں سیدھے راستے پر لگا چکا ہے پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ فرما، اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے"۔ یہ دعا جس میں دل کی سلامتی کی دعا مانگنا خود قرآن کریم نے سکھایا ہے، اس کی تفسیر میں علما نے لکھا ہے کہ اس میں دو چیزیں مانگی گئی ہیں، دین و ایمان پر استقامت اور دوسری چیز حسن خاتمہ۔ یہ دونوں نعمتیں اس دعا میں شامل ہیں۔ ربنا لا تزغ قلوبنا، میں دین و ایمان پر استقامت کا مانگنا سکھایا اور وھب لنا من لدنک رحمۃ، میں حسن خاتمہ یا خاتمہ بالخیر۔ جو اس کو مانگے گا وہ دل کے ٹیڑھ پن سے بھی محفوظ رہے گا اور آخری گھڑیوں میں بھی اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائیں گے اور حسن خاتمہ نصیب ہوگا۔ وہ لوگ دانش مند ہیں جو اپنے دل کی حفاظت کے لیے یہ دعا ہمیشہ استحضار کے ساتھ مانگتے ہیں۔ زندگی کے کسی بھی لمحے میں یہ دعا قبول ہو جائے تو بیڑا پار لگ جائے گا۔

غور وفکر نہ کرنے والے دل: کچھ دل ایسے بھی ہوتے ہیں جو غافل اور کبھی غور وفکر نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ناکام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہیں" (اعراف ۷:۱۷۹)۔ گویا ان کے پاس دل، آنکھ، کان سب ہیں لیکن اللہ کی آیتوں پر غور وفکر نہیں کرتے، یہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ یہ انسان ہو کر جانوروں کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ان سے بہتر جانور ہیں

کہ وہ اپنے اعضا سے اتنا فائدہ ضرور حاصل کر لیتے ہیں جو قدرت نے ان کے لیے مقرر کر دیا ہے، زیادہ کی ان میں استعداد نہیں ہے، لیکن ان لوگوں میں روحانی و عرفانی ترقیات کی جو فطری قوت و استعداد ودیعت کی گئی ہے، اسے غفلت اور بے راہ روی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع و معطل کر دیتے ہیں (تفسیر عثمانی)۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ کے الفاظ سے اسی غفلت کی طرف اشارہ ہے کہ غفلت بے حد خطرناک ہے۔ اس کا اثر انسانی قلب پر پڑتا ہے، اور دل اس قابل نہیں رہ جاتا کہ اس میں کوئی حق بات اثر کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف انابت و رجوع کی کیفیت اس میں آئے جس کو قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب پر مہر لگا دی اور ان کے کانوں پر بھی اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور آخر آیت میں اس کی سزا بھی بیان فرما دی ہے کہ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، انھیں عذاب الیم ہوگا۔

لرزنے والا دل: کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کا نام سن کر لرز جاتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت کو سنتے ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔ یہ قابل تعریف دل ہیں۔ ان کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا: ''سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں'' (الانفال ۸:۲)۔ قرآنی آیات کا اور اللہ پاک کے نام کو سن کر اثر لینا براست طور پر انسانی قلب سے ہے۔ لہٰذا قرآن کریم سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے اس دل کا صحیح ہونا لازم ہے جس کے لیے ہمیشہ اس کی اصلاح کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

مہر لگے ہوئے دل: قرآن مجید میں کچھ دلوں کا تذکرہ یہ بھی ہے کہ ان دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ خود ان دل والوں کے غلط اعمال کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''اس طرح ہم حد سے گزر جانے والوں کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیتے ہیں''

(یونس ۱۰:۷۴)۔ یہاں مہر لگنے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے، یعنی نافرمانی میں حد سے گزرنا اور کفر وشرک میں بڑھتے چلے جانا۔ یہ سب مہر لگنے کا ذکر ہے۔ دلوں پر مہر کیسے لگتی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک داغ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے تو پھر ایک داغ لگا دیا جاتا ہے۔ اس طرح داغ لگتے رہتے ہیں تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ پھر یہ انسان کبھی نیکی اور حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ صلاحیت بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

مطمئن دل: قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: "خبردار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے" (الرعد ۱۳:۲۸)۔ گویا دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا انسانی ہوس، کوئی ایسی شے نہیں ہے جس سے انسان کے دل کو اطمینان مل سکے۔ اگر سکونِ قلب جیسی دولت ونعمت حاصل ہو سکتی ہے تو وہ صرف اللہ کی یاد اور اس کی عبادت واطاعت سے ہی ہو سکتی ہے۔ ایسے دل کو مطمئن دل کہتے ہیں، جو ایک سچے مومن کو حاصل ہوتا ہے۔

اندھے دل: اللہ پاک فرماتے ہیں کہ کچھ دل اندھے ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا: کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوتے حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ گویا آنکھوں نے دیکھا اور دل نے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے، باوجودیکہ ظاہری آنکھیں کھلی ہوئی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اندھا پن سب سے زیادہ خطرناک وہی ہے جو دل کا اندھا پن ہے۔ العیاذ باللہ۔

دل کا اندھاپن جتنا گہرا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس شخص پر بڑے بڑے گناہ ہلکے معلوم ہوتے ہیں، یہاں تک کہ کفروشرک جیسے گناہ بھی معمولی معلوم پڑتے ہیں۔ ایک قوم ایسی گزری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کے بارے میں فرمایا: وہ پوری قوم اندھی تھی۔ مطلب یہ نہیں کہ ظاہری آنکھیں اندھی تھیں یا نا بینا تھے۔ نہیں، بلکہ دل کے اندھے تھے کہ اپنے نبی کے مقام کو نہ پہچانا اور ایمان قبول نہ کیا۔ یہ اندھاپن ہے۔ ایک جگہ ارشاد ربانی ہے: ''اور جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا''۔ مطلب یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے چشم پوشی کرتا رہا نظر انداز کرتا رہا، اور اس کے حکموں سے اندھا بنا رہا، اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی بینائی چھین لیں گے۔ ''اور جو میرے 'ذکر' (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا: ''پروردگار، دنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اُٹھایا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''ہاں، اسی طرح تو ہماری آیات کو، جب کہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تُو نے بھلا دیا تھا۔ اُسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے''۔ (طٰہٰ ۲۰: ۱۲۴، ۱۲۵)

سلامتی والے دل: قرآن مجید میں قلب سلیم سے مراد اچھا بھلا چنگا دل ہے جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہو وہی قیامت میں کام آئے گا، اور نجات نصیب ہوگی۔ قلب سلیم سے مراد شرک وشک اور نفاق سے پاک دل ہے۔ گناہ تو ہر کسی سے ہوتے ہیں اور اس کی توبہ سے وہ پاک ہو جاتے ہیں۔

ایمان سے محروم دل: سورہ زمر میں آیت نمبر ۴۵ میں ہے کہ: ''جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو یکا یک وہ خوشی سے کھل اٹھتے ہیں''۔ یہ بے ایمانوں کا دل ہے

جنھیں اللہ کے نام سے چڑ ہے یا پسند نہیں کرتے لیکن اللہ کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ ہو تو یہ ان کے لیے باعث مسرت ہوتا ہے۔اس دل میں کوئی خیر نہیں۔

تکبر والا دل: ایک دل وہ بھی ہے جس میں تکبر اور غرور کی بیماری بھری ہوئی ہوتی ہے۔چنانچہ فرمایا: ”اللہ ہر متکبر و جبار کے دل پر ٹھپہ لگا دیتا ہے“۔(المومن ۴۰:۳۵)۔تکبر بہت ہی بڑی برائی ہے، جس دل میں تکبر جڑ پکڑ لے اس دل کا خدا ہی محافظ ہے۔آدمی کو ہمیشہ متواضع رہنا چاہیے۔یہ اچھے انسان اور مومن کی علامت ہے۔بڑائی تو اللہ کے لیے ہے فرمایا: بڑائی میری چادر ہے، جو تکبر کرے گا گویا وہ میری چادر کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسے کے ساتھ کیا سلوک ہوگا، وہ سمجھنا آسان ہے۔صوفیائے کرام اور اولیا اللہ اپنے سروں کو سب سے پہلے اللہ کے آگے جھکاتے ہیں اور دل کی اس بیماری کا علاج کرتے ہیں۔کوئی علم والا علم کی وجہ سے، یا کوئی مال والا مال کی وجہ سے، یا کوئی بھی شخص اپنی کسی خوبی کی بنا پر بڑائی نہ کرے۔اس لیے کہ ہر قسم کی خوبی کسی کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ کی دین ہے، تو اس پر تکبر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔اپنے دل کی حفاظت کرنا چاہیے کہ اس میں کب تکبر آ جائے۔اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہر موقع کے لیے دعا سکھائی ہے کہ کسی بھی وقت اللہ کو نہ بھلائے اور نعمت اس کی طرف سے سمجھے اور شکر و امتنان کے جذبات قلب میں پیدا کرے تو یہ قلب متواضع ہوگا۔قلب متکبر اللہ کو پسند نہیں، اس لیے آیت مذکور میں فرمایا کہ متکبر دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتے ہیں کہ وہ کوئی حق بات کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ بچائے رکھے۔

ایمان والے دل: ”کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح

نہ ہو جائیں جنھیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں؟" (الحدید ۵۷:۱۶)۔یہی وہ آیت تھی جسے سن کر حضرت فضیل بن عیاضؒ نے توبہ کی تھی اور بہت بڑے اللہ والے بن گئے۔انسان جب توبہ کرتا ہے تو دل کی سیاہی دُور ہو جاتی ہے، دل کی ظلمت دور ہو جاتی ہے اور دل کی سختی ختم ہو جاتی ہے۔توبہ و استغفار سے دل دُھل جاتا ہے۔ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی گئی کہ اپنے دل کو دھولیا کرو، آپ کہنے لگے: اے اللہ! پانی تو وہاں پہنچتا ہی نہیں میں اس کو کیسے دھوؤں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ دل پانی سے نہیں، یہ تو میرے سامنے رونے سے دُھلتا ہے، یعنی تو اگر میرے سامنے عاجزی اور آہ وزاری کرے گا تو ان آنسوؤں کے گرنے سے تیرے دل کو صاف کر دیا جائے گا۔دل اس طرح دھلتا ہے۔

قرآن مجید صاحبِ قلب کے لیے نصیحت ہے:"بے شک اس سورہ یا قرآن مجید میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا قلب ہو یا وہ کان لگا کر پوری حاضر دماغی کے ساتھ سن رہا ہو"۔اس لیے علما نے لکھا ہے جتنے احکام انھیں ملے ہیں، ان کا مخاطب قلب ہی ہے اور دل ایمان کی جگہ ہے اور ہاتھ اور پیر اسلام کی جگہ ہیں۔ایمان چھپی ہوئی شے ہے، جو دل میں رہتا ہے۔اس لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان چھپی ہوئی شے ہے جس کو دل لیے ہوئے ہے اور اسلام کھلی ہوئی شے ہے جو ہاتھ پاؤں سے ظاہر ہوتی ہے، تو سب جگہ قلب ہی مخاطب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی قیمت لگادی ہے۔انسان کے نفس کو اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔نفس کی قیمت جنت لگادی لیکن دل کی قیمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، لہٰذا جو انسان اپنا دل اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنا دیدار

عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ فرمایا: ''اُس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے'' (القیامۃ ۷۵:۲۲-۲۳)۔ یہ کیسے خوش نصیب لوگ ہوں گے کہ جو قیامت کے دن اچھے حال میں کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کو بنایا تو اس کی کنجی رضوان کے ہاتھ دے دی، اور جہنم بنایا تو اس کی کنجی اللہ تعالیٰ نے جہنم کے داروغہ کو دے دی، اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو اپنا گھر بنایا اور اس کی کنجی بنی شیبہ نامی خاندان کو دے دی کہ قیامت تک ان کے پاس رہے گی، کسی اور کے پاس نہیں جا سکتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کا دل بنایا مگر اس کی کنجی اپنے دستِ قدرت میں رکھی، وہی دلوں کو پھیرنے والا ہے، وہ جسے چاہتا ہے اُلٹ پھیر کر دیتا ہے۔ گویا ہمارے دل کا تالا اگر کھل سکتا ہے تو اللہ رب العزت کی رحمت کے ساتھ کھل سکتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ رب العزت کے حضور دعائیں کریں، اللہ تعالیٰ سے طلب کریں اور فریاد کریں کہ رب کریم جب ہمارے دلوں کا معاملہ آپ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے تو دل کے تالے کو خیر کے لیے کھول دے تا کہ ہم بھی آپ کی محبت بھری زندگی کو اختیار کر سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا کریں، یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک، ''اے دلوں کے پلٹنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ''۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دل کو روشن کرنا ہو تو غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ پاک کے ناموں میں ایک نام 'النور' ہے، اس کا ذکر کثرت سے کرنے سے قلب کو نور حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قلبِ سلیم سے نوازے، آمین!

جنتیوں کے دل بغض، حسد اور کینہ سے پاک

(محمد کبیر بٹ۔ریاض)

دلوں کو حسد بغض اور کینہ سے پاک رکھنا چاہیے، دل کی طہارت اور پاکیزگی ہی دراصل اعمال کی طہارت اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

آخرت پر ایمان دین اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد ایک دن قیامت قائم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام مُردوں کو زندہ کریں گے، ان سے پوری زندگی کا حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال کی روشنی میں جنت اور جہنم میں سے کوئی ایک جگہ ان کا ٹھکانا قرار پائے گا۔(کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ''ہر نفس اپنی کمائی کے بدلے رھن ہے''{المدثر 38})۔اس کارگاہِ حیات میں ہر شخص صبح سے شام تک اپنے عمل کے ذریعے جنت بناتا ہے یا جہنم۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

جنتیوں کی قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سی صفات بیان کی گئی ہیں۔ اس مضمون میں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ یہاں ہم صرف ان کے دل کی پاکیزگی (قلب سلیم) پر روشنی ڈالیں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جس دن مال اور اولاد کچھ کام نہ آئینگے مگر جو بے عیب پاکیزہ دل کے ساتھ رب کے حضور حاضر ہوگا۔"(الشعراء 89,88)۔

اُس دن کی کامیابی کا دارومدار دل کی پاکیزگی اور سلامتی پر ہے۔قلب سلیم سے

مراد وہ دل ہے جو شرک وبدعت، کفر ونفاق، بغض وحسد، دنیا کی محبت کینہ اور غیبت، سوءِ ظن اور دل کی سختی ہر طرح کی رنجش اور قطع رحمی جیسے اخلاق رذیلہ سے پاک ہو اور وہ دل توحید وسنت کی محبت، ایمان واسلام کے جوہر، صلہ رحمی اور خدمت خلق، سچائی اور دیانت، حسنِ اخلاق اور باہمی الفت ومحبت کے جذبے سے سرشار ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بے شک متقین باغوں اور چشموں والی جنتوں میں ہوں گے، (ان سے کہا جائے گا) امن اور سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ، ان کے دلوں میں جو بھی رنجش اور کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بنے ایک دوسرے کے سامنے سریر آرا (تخت نشین) ہوں گے۔" (الحجر 47-45)۔

جنت ایسا مقام ہے جہاں امن وسکون، طمانیت وراحت اور ہر طرف سے قیلا سلاما سلاما کی صدائیں آرہی ہوگی۔ جنتی رب رحیم وکریم کے مہمان ہوں گے۔ انکی آنکھوں کی ٹھنڈک، زبان کی حلاوت اور دل کی طمانیت کا سارا سامان وہاں موجود ہوگا۔

جن اہل ایمان کے دلوں میں دنیاوی معاملات کی وجہ سے کوئی رنجش یا عداوت دل میں ایک دوسرے کے خلاف تھی جنت میں داخلے سے قبل ان کے دلوں کو اس سے پاک کر کے ایک دوسرے کی محبت دلوں میں ڈال کر جنت کی اعلیٰ مسندوں پر بٹھائے جائیں گے۔ کینہ اور بغض حسد اور عداوت ایسی برائیاں ہیں جن کی وجہ سے دلوں میں کدورت پیدا ہوتی ہے اور انسان اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں خود ہی جلتا رہتا ہے۔ امام ابن قیم نے آیت مبارکہ: ان الابرار لفی نعیم وانا الفجار لفی جھیم ("بے شک صالحین نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے، اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے (الانفطار 14,13)۔) کی تفسیر میں کتنی خوبصورت بات لکھی ہے:

''مومنین صالحین دراصل اس دنیا میں بھی جنت کے مقیم ہوتے ہیں، ان کے دل تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، انسانیت سے پیار ومحبت، خدمت خلق اور باہمی ہمدردی اور صدق و دیانت جیسے اعلیٰ اخلاق سے معمور ہونے کی وجہ سے اس دنیا میں بھی اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں جو جنت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے جبکہ فساق وفسادی فجار: بھڑکتی آگ میں جل رہے ہوں گے جو دراصل اس دنیا میں شرک وکفر، فسق وفجور اور بغض وکینہ، حسد اور عداوت، جھوٹ اور خیانت جیسے برے اعمال کی وجہ سے بے اطمینانی، کڑھن اور گھٹن، بے چینی اور بیقراری کی وجہ سے اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے لہذا اے جنت کے متلاشی! ذرا اپنے دل کا جائزہ لے کہ تُو کس دنیا میں رہتا ہے؟

سورہ الاعراف، آیت 43 میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

'' اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا ہم ان کے دلوں کو اس سے پاک کردیں گے (پھر ان کو جنت میں داخل کردیں گے)، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی''۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ان جنتیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف دنیا میں اگر کوئی بغض وکینہ تھا تو ان کے دلوں کو آئینے کی طرح صاف کردیا جائے گا اور بعض نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جنت میں جنتیوں کے درمیان جنت کے درجات کا جو فرق وتفاوت ہوگا اس پر وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: '' حدیث میں آتا ہے کہ جنتیوں کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا۔ ان کے درمیان جو آپس کی زیادتیاں ہونگی ان کا بدلہ دے دلا کر ان کے دلوں کو پاک کردیا جائے گا پھر ان کو جنت میں داخلے کی

اجازت ملے گی۔ "(صحیح بخاری)۔

حضرت علیؓ کا قول ہے: "مجھے امید ہے میں ،طلحہ،زبیر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) اُن لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا: اور ہم ان کے دلوں سے کینہ دور کردیں گے پھر ان کو نعمتوں بھری جنت میں داخل کردیں گے "۔

ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی شخص مسجد میں داخل ہوگا صحابہ کرامؓ نے اپنی نظریں مسجد کے دروازے پر گاڑھ دیں کہ کون خوش نصیب داخل ہوتا ہے ایک انصاری صحابیؓ جن کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اپنے جوتے ہاتھ میں پکڑے مسجد میں داخل ہوئے ۔لوگ ان کی طرف رشک کی نگاہ سے دیکھتے رہے، دوسرے اور پھر تیسرے دن بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی بات ارشاد فرمائی اور وہی انصاری صحابیؓ مسجد میں داخل ہوئے ۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھتے ہیں ان کے اعمال کیسے ہیں؟ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا اپنے والد صاحب سے کچھ تنازعہ ہوگیا ہے جسکی وجہ سے میں آپ کے ساتھ رات بسر کرنا چاہتا ہوں۔وہ آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے گئے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ رات بھر لمبی تان کر سوئے رہے، تہجد کی نماز کے لئے بھی نہیں اٹھے البتہ اذانِ فجر کے ساتھ ہی مسجد کی طرف چل پڑے البتہ رات کو جب کروٹ لیتے تو اللہ کا ذکر کرتے رہتے ۔3 راتیں ان کے ساتھ گزارنے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں محض بہانہ کرکے آپ کے ساتھ آپ کا عمل دیکھنے کیلئے آیا تھا اس لئے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 3 مرتبہ فرمایا کہ ابھی ایک جنتی آدمی مسجد میں داخل ہوگا اور تینوں مرتبہ آپ ہی داخل ہوئے لیکن میں نے آپ کا کوئی خاص

عمل ایسا نہیں دیکھا جس کی وجہ سے آپ کو اتنی بڑی بشارت ملی ہے۔ انصاری صحابی نے کہا: میں اور تو کوئی خاص عمل نہیں کرتا لیکن رات کو جب سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی بھی مسلمان کیلئے کوئی کینہ نہیں ہوتا، سب کے لیے میرا دل بالکل صاف ہوتا ہے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی یہی تو وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے آپ کو اتنی بڑی بشارت ملی اور ہم اس سے محروم ہیں۔

ہر مسلمان کیلئے بالعموم اور رشتہ داروں کیلئے بالخصوص اپنے دلوں کو ہر طرح کے حسد، بغض اور کینہ سے پاک رکھنا چاہیے۔ دل کی طہارت اور پاکیزگی ہی دراصل اعمال کی طہارت اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ "جس نے اپنے دل کو (تمام آلائشوں سے) پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا۔" (الاعلیٰ 14)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "دل بادشاہ ہے اور اعضاء و جوارح اس کا لشکر ہیں۔ بادشاہ اگر صحیح سلامت رہے تو اس کا لشکر بھی صحیح اور درست رہے گا۔ بادشاہ ہی بگڑ جائے تو سارا لشکر بگڑ جاتا ہے اس لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، وہ سیدھا ہو جائے تو سارا جسم سلامت رہتا ہے، اس میں بگاڑ اور فساد پیدا ہو جائے تو سارے جسم میں فساد پھیل جاتا ہے۔ سنو! وہ دل ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں سب سے اہم ہدف دلوں کی اصلاح اور تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں دلوں کا بگاڑ اور فساد تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ باہمی عداوت، انتقامی کارروائیاں، لڑائیاں اور جھگڑے، قطع تعلق اور ناراضگیاں، معمولی باتوں پر آپے سے باہر ہو کر ظلم و زیادتی کرنا، غصہ اور جھنجھلاہٹ، گالی گلوچ اور اس طرح کی برائیاں معاشرے کا کلچر بنتا جا رہا ہے۔ قریبی رشتہ داروں اور

پڑوسیوں میں باہمی معاملات بگاڑ کا شکار ہوتے جارہے ہیں اور سلام دعا بھی ترک کردیتے ہیں۔ قصور معاف کرنا اور صبر و برداشت سے کام لینا مسلمان کی بنیادی صفات ہیں جن سے ہم محروم ہوتے جارہے ہیں اور سمجھتے نہیں کتنا بڑا نقصان کررہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بہادر وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے، بہادر تو وہ ہے جو غصے پر قابو رکھتا ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "غصہ وہ آندھی ہے جو دماغ کا چراغ بجھا دیتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ غصے کی حالت میں جو کام بھی کیا جاتا ہے دوسروں سے زیادہ اپنا نقصان ہوتا ہے۔ عفوودرگزر یعنی لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا اور لوگوں کے قصور معاف کردینا اس کی قرآن وسنت میں باربار تاکید کی گئی ہے اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے بڑے بڑے قصور معاف فرمائے اور کسی سے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھائیوں نے کیسی کیسی زیادتیاں کیں لیکن جب وہ مصر کے بادشاہ تھے، بھائیوں کے خلاف جو چاہتے کرسکتے تھے لیکن اس کے بجائے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ دراصل شیطان نے ہمارے درمیان عداوت ڈال دی تھی اور تم لوگوں نے جہالت کی وجہ سے ایسا کیا تھا، میں تمہارے سارے قصور معاف کرتا ہوں، کسی بھی قصور کا بدلہ نہیں لوں گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں سوائے اُن 2 آدمیوں کے جن کے درمیان ناراضگی ہو۔ کہا جاتا ہے: ان کے معاملے کو رہنے دو تا آنکہ وہ آپس میں صلح صفائی کرلیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تین طرح کے لوگ ہیں جن کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت

بھی اوپر نہیں اٹھتی، ایک وہ حکمران جس کی عوام اس سے ناراض ہو، دوسرے وہ عورت جس نے رات اس حال میں گزاری کہ اس کا شوہر اس سے ناراض تھا، تیسرے وہ بھائی جو آپس میں قطع تعلق کرلیں۔" (ابن ماجہ)۔

یہاں سوال یہ نہیں کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق، فیصلہ تو حقیقت میں اللہ کی عدالت میں ہوگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ قطع تعلق اور سلام دعا ترک کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں، یہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کی وجہ سے بندوں کے اعمال رب کے حضور پہنچتے ہی نہیں، قبول کیونکر ہوں گے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جو بندہ حق پر ہونے کے باوجود نزاع اور جھگڑا ختم کرنے کیلئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

کیا ہم اتنی بڑی بشارت پر اپنے دل کی تنگی میں کچھ وسعت پیدا کرسکتے ہیں؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تعلقات کا بگاڑ مونڈ ھ دینے والی چیز ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کے جس طرح اُسترا (بلیڈ) بال مونڈ ھ کر صاف کر دیتا ہے اُس طرح تعلقات کی خرابی دین کو مونڈ ھ کر رکھ دیتی ہے۔ (العیاذ باللہ) یہی وجہ ہے کہ ان تمام خصلتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جو تعلقات کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہیں۔ جیسے غیبت اور چغلی، حسد اور بغض، جھوٹ اور بد دیانتی، غصہ اور نفرت، تمسخر، استہزاء، بدگمانی اور بدخوئی، غرور و تکبر، زیادتی اور نا انصافی، ناپ تول میں کمی، دھوکا دہی اور جعلسازی وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر برائی سے بچائے رکھے، آمین۔

غصہ کے بیان میں

(حکیم محمد اختر)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

حکایت:

حضرت علی بن حسینؓ کی باندی سے آپ کے اوپر گرم پانی گر گیا آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا باندی نے تلاوت کی **والکظمین الغیظ** آپ کے چہرہ سے اُس آیت کو سنتے ہی غصہ کا رنگ ختم ہو گیا پھر اس نے پڑھا **والعافین عن الناس** آپ نے فرمایا کہ معاف کر دیا پھر اس نے پڑھا **واللہ یحب المحسنین** آپ نے فرمایا جا تجھے آزاد بھی کر دیا۔ غصہ میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی۔ انجام اور نتیجہ سوچنے کا ہوش نہیں رہتا۔ اس لئے ہاتھ اور زبان سے ایسی نا مناسب حرکتیں انسان سے صادر ہو جاتی ہیں جس سے قتل۔ خون۔ بے عزتی اور بسا اوقات گھر کے گھر اجڑ جاتے ہیں۔ اور نہ جانے کتنی قیمتی جانیں اور مال و اسباب تباہ ہو جاتے ہیں اور کتنی مقدمہ بازیوں نے دل کا سکون اور رات کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ جس سے دنیا کی ترقی اور آخرت کی تیاری کے

لئے وقت اور فراغ اور اطمینان قلب بھی میسر نہیں ہوتا۔ غصہ کی تباہ کاریوں سے کتنے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ اور گھروں کے چراغ بجھ گئے۔ اس خطرناک بیماری کی فکر نہایت ضروری ہے غصہ سے مغلوب ہونا اور مخلوق خدا کو ستانا نہایت درجہ بدبختی اور شقاوت اور سنگدلی ہے۔ بزرگوں کا طریقہ تو یہ رہا ہے کہ جس نے ستایا اس کو معاف کردیا۔ اس کے لئے دعا کا بھی معمول رکھا۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا عجیب نافع شعر ہے:

جور وستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش

احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

حضرت مولانا رومیؒ کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے ایک نے کہا اگر ایک کہے گا تو مجھ سے دس سنے گا۔ مولانا نے فرمایا ہم کو ایک ہزار کہہ لو اور ہم سے ایک بھی نہ سنو گے بس دونوں پاؤں میں گر گئے اور توبہ کی صلح کر لی۔

علاج:

سب سے پہلے یہ کرے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے اگر وہ نہ ہٹے تو خود ہٹ جائے پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں خدائے تعالیٰ کا قصوروار ہوں۔ اور جس طرح میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا قصور معاف کردیں مجھ کو بھی چاہئے کہ میں اس کا قصور معاف کردوں اور زبان سے **اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ** ○ بار بار پڑھتا رہے اور پانی پی لے اور

وضو کرے۔کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے پھر جب عقل ٹھکانے ہو جائے اس وقت بھی اگر قصور پر سزا دینی مناسب معلوم ہو مثلاً سزا دینے میں قصوروار کی بھلائی ہو جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کی اصلاح ضروری ہے یا کسی مظلوم کی مدد کرنا ہے اور اس کی طرف سے بدلہ لینا ہے تو اول خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہئے۔جب اچھی طرح شریعت کے مطابق تسلی ہو جائے تو اسی قدر سزا دیدے چند روز اسی طرح کرنے سے غصہ قابو میں آجاوے گا۔

حکایت:

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ایک خادم کو ڈانٹ رہے تھے اس نے کہا معاف کر دیجئے شیخ نے فرمایا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں تم تو بار بار غلطیاں کرتے ہو میں تمہاری کتنی غلطیوں کو بھگتوں۔حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بحیات تھے پاس بیٹھے تھے کان میں حضرت شیخ کے فرمایا کہ مولانا جتنا اپنا قیامت کے دن بھگتوانا ہو اتنا یہاں بھگت لو۔عجیب اصلاح کا عنوان ہے اور نہایت موثر ہے جس پر غصہ آئے یہ بات یاد کر لے انشاء اللہ تعالیٰ معاف کرنے کی توفیق ہو جاوے گی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اپنے بھانجہ حضرت مسطحؓ پر غصہ آیا اور آپ نے غصہ میں قسم کھالی کہ اس کی جو مالی امداد کیا کرتا تھا اب نہ کروں گا تو قرآن میں حضرت صدیقؓ کی اصلاح کے لئے یہ حکم نازل ہوا۔(پارہ ۱۸ سورۂ نور) یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق

نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئے۔بڑی جوانمردی تو یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو اس کا کفارہ ادا کرو تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں سے اغماض اور درگزر کرو ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں گے کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ حق تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف فرما دیں اور اگر تم یہ خواہش رکھتے ہو تو تمہیں حق تعالیٰ کے بندوں کی خطائیں معاف کرنا چاہئے تاکہ اس کے صلہ میں ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں۔ حدیث شریف میں روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کو سنا۔(کیا تم نہیں چاہتے اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردیں) تو فوراً کہا **بَلٰی یَارَبَّنَآ اِنَّا نُحِبُّ** بے شک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا **وَاللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ** خدا کی قسم میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں یہ کہہ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسطحؓ کی امداد کو بدستور صرف جاری ہی نہیں فرمایا بلکہ بعض روایت کے مطابق پہلے سے دگنی کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء(متقین) کی شان میں فرمایا ہے(پارہ ۴ رکوع ۵) متقین بندے وہ ہیں جو خوشی اور عیش میں بھی اور تکلیف و تنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں

(یعنی کسی حالت میں بھی خدا کو نہیں بھولتے) اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور مزید یہ کہ لوگوں کی خطاؤں کو معاف بھی کر دیتے ہیں اور نہ صرف معاف کر دیتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں اب تبلیغ دین مصنفہ امام غزالی ؒ سے تین احادیث نقل کی جاتی ہیں ۔جن کا بار بار مطالعہ کرنا چاہئے ۔

۱۔ حدیث پاک میں ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو اپنے دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان و بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ پر غالب آجائے اور غصے کو پچھاڑ دے ۔

۲۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر گھونٹ جو مسلمان پیتا ہے غصہ کا گھونٹ ہے ۔

۳۔ تیسری حدیث میں ہے کہ جس مسلمان کو اپنی بی بی بچوں یا ایسے لوگوں پر غصہ آئے جن پر اپنا غصہ اتار سکتا ہے اور پھر وہ ضبط کر لے اور تحمل سے کام لے تو حق تعالیٰ اس کا قلب امن اور ایمان سے بھر دیگا ۔غصہ کے مریض کے لئے ان آیات کریمہ کو لکھ کر گلے میں ڈالنا اور ان کو زعفران سے لکھ کر تشتری پر عرق گلاب یا پانی سے دھو کر ۴۰ دن تک پلانا مجرب ہے آیات کریمہ یہ ہیں ۔والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین (پارہ ۴ سورۃ ال عمران)

بلعم بن باعورا کی عبرتناک حکایت:

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے کہ ایک عالم مقتدا جس کا نام بلعم بن باعورا ملک شام بیت المقدس کے قریب کنعان کا رہنے والا تھا ۔بعض روایت میں ہے

کہ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ جب غرق فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کا حکم ملا تو جبارین خائف ہوئے اور جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور دعا کی درخواست کی کہ ہمارے مقابلہ سے حق تعالیٰ ان کو واپس فرمادیں۔

بلعم بن باعورا کو اسم اعظم معلوم تھا اس کے ذریعہ جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا کہ افسوس کہ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں ان کے خلاف کیسے بددعا کر سکتا ہوں اس سے تو میرا دین اور میری دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے جب بے حد اصرار کیا تو بلعم نے کہا اچھا میں حق تعالیٰ سے اس نوع کی دعا کی اجازت لیتا ہوں۔ اس نے کوئی عمل یا استخارہ کیا جواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے اس نے قوم کو بتلایا کہ مجھے بددعا کرنے سے روکدیا گیا۔ اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اس نے ہدیہ قبول کر لیا۔ پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی بیوی نے بھی مشورہ دیا کہ رشوت قبول کر لو پس وہ بیوی اور مال کی محبت میں اندھا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی۔

اس وقت قدرت الہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ جو کچھ وہ کلمات بددعا نکالتا تھا وہ کلمات جبارین کے لئے نکلتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکلتا ہی نہ تھا پس قوم جبارین کے لوگ گھبرا گئے اور چلا اٹھے کہ تو ہمارے خلاف بددعا کر رہا ہے۔

بلعم نے کہا میں کیا کروں میری زبان میرے اختیار سے باہر ہو گئی ہے۔
نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر تباہی آئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی
اسی عذاب کا قرآن حکیم میں ذکر ہے۔(پارہ ۹-سورۃ الاعراف رکوع ۲۲)

پس بلعم کا حال ایسا ہے جیسے کتا کہ اس پر بوجھ لادو تو ہانپنے لگے اور اگر چھوڑ دو تو بھی ہانپے۔ پھر بلعم نے کہا کہ اے میری قوم! اب تو میری دنیا اور آخرت تباہ ہو گئی مگر ہم تمہیں ایک چال بتاتے ہیں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر پر غالب آ سکتے ہو۔ وہ چال یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو یہ لوگ مسافر ہیں گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں اس تدبیر سے اگر یہ حرام کاری میں مبتلا ہو گئے تو ان پر قہر و عذاب نازل ہو گا اور پھر یہ قوم فاتح نہیں ہو سکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آ گئی اور اس تدبیر سے بنی اسرائیل کا ایک شخص فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت روکا مگر نہ مانا جس کے نتیجے میں بنی اسرائیل پر طاعون کا سخت عذاب آیا اور ستر ہزار اسرائیلی مر گئے بعد ازاں جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو قتل کر کے منظر عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور سب نے توبہ کی اس وقت یہ عذاب رفع ہوا۔

جہالت کی بیماری:

حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو

اس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم ۔(ترمذی و ابن ماجہ)۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ذکر میں جو چیزیں معین ہوں مثلاً کھانا پینا لباس۔ اور زندگی کے تمام اسباب ضرور یہ سب ذکر کے قریب ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قرب سے تمام عبادتیں اس میں شامل ہیں اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہے اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے بغیر علم کے خدا کو پہچاننا ممکن نہیں لیکن علم کی اتنی ضرورت اور اہمیت کے باوجود عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے بیان فرمایا کہ امت کو معلوم ہو کہ علم دین بہت بڑی دولت ہے۔اصل علم، علم دین ہے اور اس کے علاوہ تمام علوم فنون ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور علم کی تلاش میں کہیں جانا عبادت ہے اور علم کا یاد کرنا تسبیح ہے۔تحقیقات علمیہ کے لئے بحث کرنا جہاد ہے اور پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لئے کہ علم جائز نا جائز کے پہچاننے کی علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے کا سامان ہے اور سفر کا ساتھی ہے (سفر میں کتاب کا مطالعہ تنہائی کا ایک ہمکلام دوست ہے۔خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کے لئے حق تعالیٰ شانہ اسکی وجہ سے ایک جماعت علماء کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ انکے نشان قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کی اتباع کی جائے۔ انکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں

فرشتے اپنے پروں اور برکت حاصل کرنے کے لئے یا محبت کے طور پر، ان پر ملتے ہیں اور ہر تر وخشک چیز دنیا کی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتی کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور سانپ غیرہ تک بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں اور یہ سب اس لئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے علم کی وجہ سے بندہ امت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال وحرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ علم کا امام ہے اور عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

(از فضائل ذکر شیخ الحدیث دامت برکاتہم)

حدیث: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد (غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے کہ ہماری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور تمام آسمانوں اور زمین پر بسنے والے حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندروں میں دعائے رحمت کرتے ہیں ان لوگوں پر جو لوگوں کو علم دین سکھاتے ہیں۔

(مجمع الفوائد کتاب العلم)

حدیث ایک فقیہہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے سخت ہوتا ہے (ترمذی)

حدیث تین قسم کے لوگ ہیں کہ جس کے ساتھ اہانت وحقارت کا معاملہ کوئی نہیں کرتا

سوائے منافق کے۔ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا امام عادل (جمع الفوائد)

فائدہ: یعنی ان لوگوں کا اکرام ایمان کی علامت ہے اور اہانت نفاق کی علامت ہے۔

حدیث جس نے کسی کو علم سکھایا اس کے عمل کا ثواب بھی سکھانے والے کو ملے گا اور اس عمل کرنے والے کے ثواب سے کوئی کمی بھی نہ کی جائے گی۔(جمع الفوائد)

حدیث علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے(جمع الفوائد)

حدیث جب جنت کی کیاریوں سے گزرو تو خوب کھا پی لیا کرو۔عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا علما کی مجالس (جمع الفوائد)

حدیث عالم کو اپنے علم پر خاموشی جائز نہیں اور جاہل کو اپنے جہل پر خاموشی جائز نہیں (یعنی جاہل کو عالم سے سوالات کرکے علم سیکھنا چاہئے)، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرتے رہو (اور اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں) (جمع الفوائد)

حدیث: جو شخص علم کو رضائے حق کے لئے نہ حاصل کرے (بلکہ دنیوی اغراض کے لئے علم دین سیکھے یعنی صرف دنیا کمانا مقصود ہو اور لوگوں سے جاہ و عزت حاصل کرنا مقصود ہو) تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔فائدہ:۔علم دین سیکھنے والوں کے لئے اس حدیث سے اخلاص نیت کا سبق ملتا ہے۔

حسد .... ایک مہلک مرض

(علامہ محمد یوسف)

"حسد" کہتے ہیں کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اُس سے یہ نعمت چھن جائے، چاہے مجھے حاصل ہو یا نہ ہو۔ یہ ایک ایسی باطنی اور روحانی بیماری ہے جو انسان کے سینے میں کینہ، بغض اور کھوٹ کا بیج بو دیتی ہے، جس سے انسان کے تمام نیک اعمال تلف ہو جاتے ہیں، اور اُس سے اعمالِ صالحہ کی توفیق اللہ تعالیٰ چھین لیتے ہیں۔ معاشرتی زندگی کے حوالے سے مختلف مواقع پر ہادیِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو حسد، کینہ، بغض اور ان جیسی دیگر باطنی اور روحانی بیماریوں سے بچنے کی ہمیشہ تاکید فرمائی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق و اتحاد، موافقت و یگانگت اور بھائی چارگی کی تعلیم دی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو، نہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھو، اور نہ ہی آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔" (صحیح مسلم، ج:۴، ص:۱۹۸۳)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"حسد سے بچو، کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔"

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ:

"حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے۔" (سنن ابی داود، ج:۴، ص:۲۷۶)

ایک اور روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا، تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی داڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے، اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔ اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات فرمائی، تو پھر وہی انصاری اسی طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔ تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسی ہی بات فرمائی اور وہی انصاری اسی حال میں آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اُٹھے تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اُس انصاری کے پیچھے گئے، اور اُن سے کہا: "میرا والد صاحب سے جھگڑا ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے میں نے قسم کھالی ہے کہ میں تین دن تک اُن کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرا لیں؟" انہوں نے کہا: "ضرور!" پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ: "میں نے اُن کے پاس تین راتیں گزاریں، لیکن میں نے اُن کو رات میں زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا، البتہ جب رات کو اُن کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور "اللہ اکبر" کہتے، اور نمازِ فجر کے لیے بستر سے اُٹھتے۔ ہاں! جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول ہی کے نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے لیے بشارت تو اتنی بڑی دی، لیکن ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے اُن سے کہا: ''اے اللہ کے بندے! میرا والد صاحب سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا، نہ کوئی ناراضگی ہوئی، اور نہ میں نے اُنہیں چھوڑنے کی قسم کھائی، بلکہ قصہ یہ ہوا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: ''ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے۔'' اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے۔ اِس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقشِ قدم پر چلوں۔ میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں، تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کون سا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجہ کو پہنچ گئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا؟ اُنہوں نے کہا: ''میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں، وہی اعمال ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔'' میں یہ سن کر چل پڑا۔ جب میں نے پشت پھیری تو اُنہوں نے مجھے بلایا اور کہا: ''میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں، البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ ''میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اُس سے ''حسد'' نہیں کرتا۔'' میں نے کہا: ''اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے۔''

(اخرجہ احمد باسناد حسن والنسائی، بحوالہ حیاۃ الصحابہؓ، ج:۲،ص:۹۵۴،۸۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دو شخصوں کے سوا کسی پر ''حسد'' کرنا جائز نہیں: ایک وہ شخص کہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی ہو اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہو۔ اور دوسرا وہ شخص کہ جس کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی عطا فرمائی ہو اور وہ دن

رات اس کو خرچ کرتا ہو۔''(صحیح بخاری، ج:۹، ص:۱۴۵، جامع ترمذی، ج:۴، ص:۳۳۰)

اسمٰعیل بن اُمیہؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''تین چیزیں ایسی ہیں جن سے آدمی عاجز نہیں: ۱:-بدشگونی، ۲:-بدظنی، ۳:-حسد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''بدشگونی سے تجھے نجات اس طرح مل سکتی ہے کہ تو اُس پر عمل ہی نہ کر۔ اور بدظنی سے تجھے نجات اس طرح مل سکتی ہے کہ تو اُس کے بارے میں بات ہی نہ کر۔ اور حسد سے تجھے نجات اس طرح مل سکتی ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کی برائی کے پیچھے مت پڑ!۔ (جامع معمر بن راشد، ج:۱۰، ص:۴۰۳)

مضارب بن حزنؒ کہتے ہیں کہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے قتل پر کس چیز نے اُبھارا؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ: ''حسد'' نے۔'' (کتاب السنۃ، ج:۲، ص:۵۵۶)

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ: ''حسد'' وہ پہلا گناہ ہے جو آسمان پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کیا گیا، یعنی شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا۔ اور یہی وہ پہلا گناہ ہے جو زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کیا گیا، یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی پر حسد کیا اور اُس کو قتل کر دیا۔ (المجالسۃ وجواہر العلم، ج::۳، ص:۱۵)

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے بنوعذرہ نامی قبیلہ میں ایک اعرابی (بدو) کو دیکھا جس کی ایک سو بیس سال عمر تھی، میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارے اتنی لمبی عمر کا راز کیا ہے؟ تو اُس نے بتایا کہ: ''میں نے حسد کرنا چھوڑ دیا ہے، اس لیے ابھی تک باقی (زندہ) ہوں۔'' (المجالسۃ وجواہر العلم، ج:۳، ص:۲۵)

رجاء بن حیوۃؒ کہتے ہیں کہ: "جو کوئی موت کو اکثر یاد کرتا ہو وہ "حسد" اور "خوشی" کو ترک کر دیتا ہے۔" (حلیۃ الاولیاء، ج:۵،ص:۴۷)

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ: "کینہ، حسد ہی کو کہتے ہیں، جو اس سے نکلے وہ "شر" ہے اور جو اس میں باقی رہے وہ "کینہ" ہے، اور جس شخص میں حسد نام کی ذرہ سی بھی کوئی چیز ہوتی ہے، وہ صحیح سلامت نہیں رہتا۔" (حلیۃ الاولیاء، ج:۷،ص:۲۸۲)

الغرض حسد، کینہ، بغض اور کھوٹ یہ ایسی باطنی اور روحانی بیماریاں ہیں جو اوّل تو انسان کو نیک اعمال کی طرف راغب ہی نہیں ہونے دیتیں، بلکہ اُلٹا پہلے سے جو نیک اعمال اُس نے کیے ہوتے ہیں، اُن کو بھی ضائع کر دیتی ہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ انسان اعمالِ صالحہ سے دور ہوتے ہوتے معاصی اور گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اُس سے اعمالِ صالحہ کی توفیق چھین لیتے ہیں، اور وہ کوئی نیک عمل نہیں کر سکتا۔

دعائے مغفرت

اسلام آباد سے بھائی عامر محمود

نوشہرہ ورکاں سے اشفاق احمد مرحوم کی اہلیہ

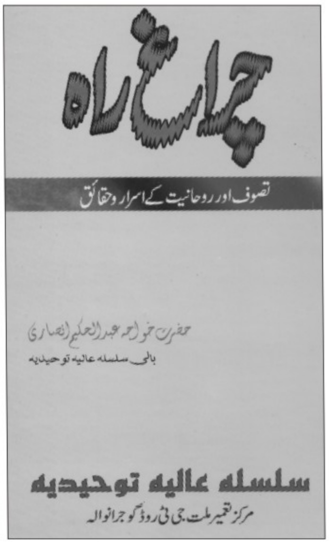
گوجرانوالہ سے محمد اقبال کے بہنوئی

راولپنڈی سے عاطف رشید کی پھوپھو

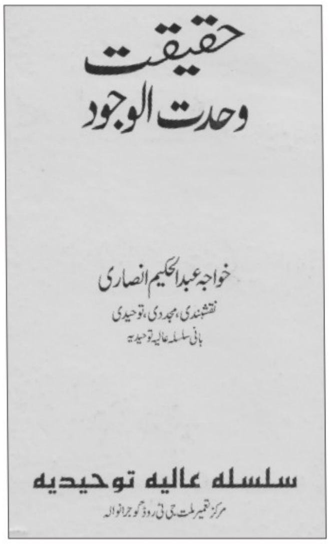
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

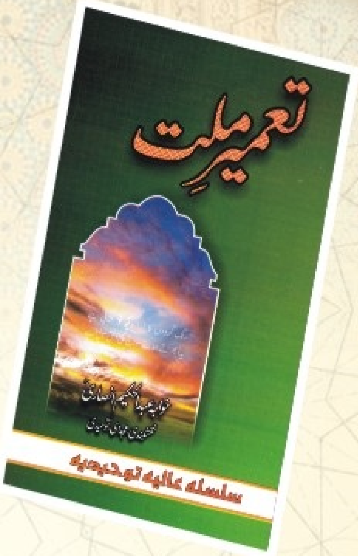


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

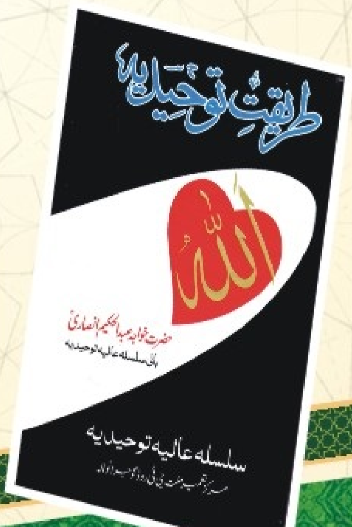


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com